ماہنامہ

دختران اسلام

لاہور
جنوری 2015ء

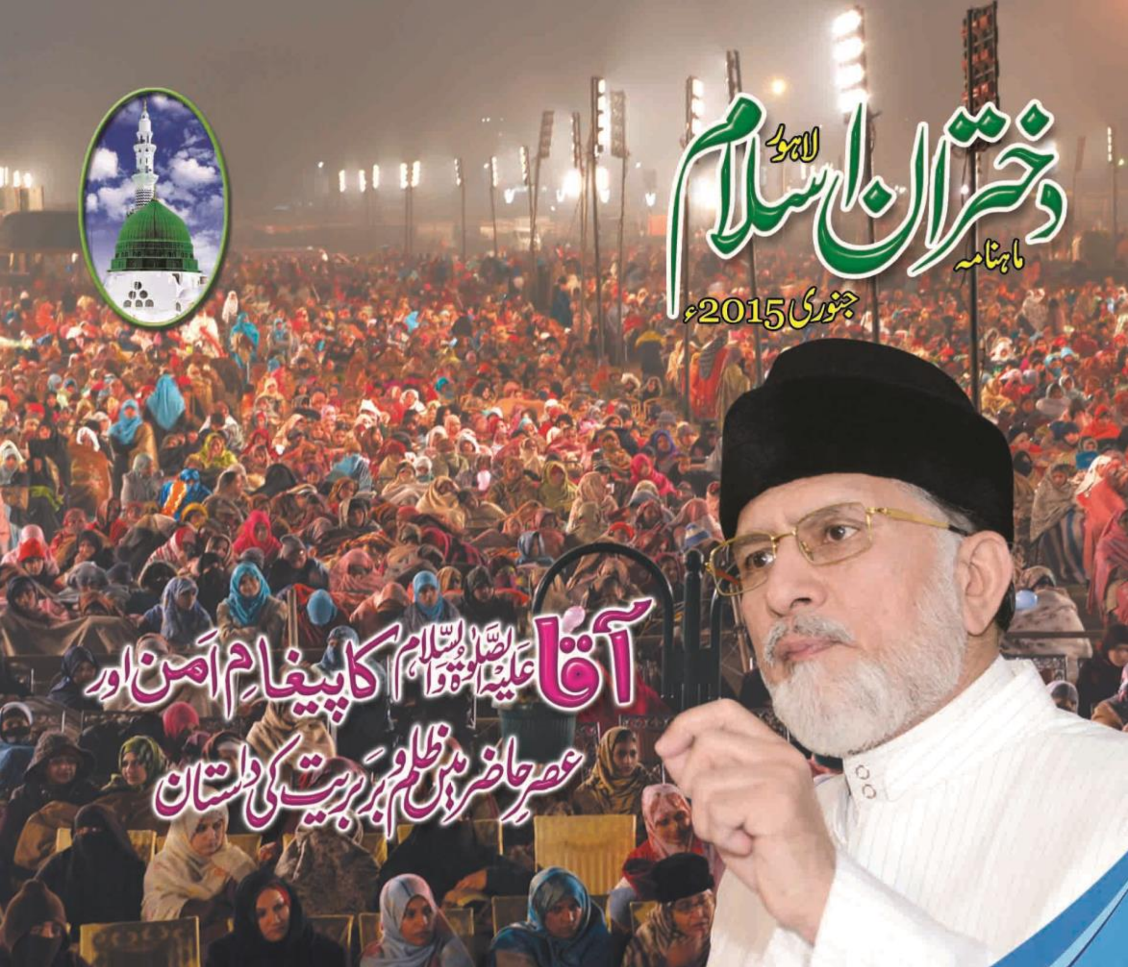

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغامِ امن اور عصرِ حاضر میں ظلم و بربریت کی داستان

حضرت رابعہ بصریؒ خواتین کیلئے مشعلِ راہ

تحریک میں نئے اور پرانے چہرے دونوں ایک ضرورت مگر کیسے؟

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 22 شمارہ: 1 ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ / جنوری 2015ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمن درانی
خرم نواز گنڈاپور
ڈاکٹر رحیق احمد عباسی
شیخ زاہد فیاض
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
قاضی فیض الاسلام
راضیہ نوید

ایڈیٹوریل بورڈ
رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصراللہ
فرح فاطمہ

فہرس

اداریہ		6
میلاد النبی ﷺ اور راہِ حق میں قربانی کی اہمیت	ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	8
لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب	فریال احمد	23
تحریک میں نئے اور پرانے چہروں کی ضرورت مگر کیسے؟	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	28
حضرت رابعہ بصریؒ قیامت تک خواتین کیلئے مشعلِ راہ	نازیہ عبدالستار	31
ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تفسیری تفردات	علامہ محمد حسین آزاد	36
گلدستہ	ملکہ صبا	43
وظائف محمدیہ		45
منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		46

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بینک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/25 روپے

سالانہ خریداری -/250 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

﴿فرمان الٰہی﴾

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا. اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا.

(النساء، ۴: ۷۵، ۷۶)

’’اور (مسلمانو!) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں (مظلوموں کی آزادی کے لیے) جنگ نہیں کرتے حالانکہ کمزور، مظلوم اور مقہور مرد، عورتیں اور بچے (ظلم وستم سے تنگ آ کر اپنی آزادی کے لیے) پکارتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جہاں کے (وڈیرے) لوگ ظالم ہیں اور کسی کو اپنی بارگاہ سے ہمارا کارساز مقرر فرما دے اور کسی کو اپنی بارگاہ سے ہمارا مددگار بنا دے!۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں (ظلم و اِستحصال کے خاتمے اور اَمن کی بحالی کے لیے) جنگ کرتے ہیں اور جنہوں نے کفر کیا وہ شیطان کی راہ میں (طاغوتی مقاصد کے لیے) جنگ کرتے ہیں، پس (اے مومنو!) تم شیطان کے دوستوں (یعنی اِنسانیت کے دشمنوں) سے لڑو، بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے

(ترجمہ عرفان القرآن)

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُوْمًا، أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ نَصْرُهُ.

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر وہ مظلوم ہو تب تو میں اس کی مدد کروں لیکن مجھے یہ بتایئے کہ جب وہ ظالم ہو تو میں اس کی مدد کیسے کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ظلم سے باز رکھو، یا فرمایا: اُسے (اس ظلم سے) روکو، کیونکہ یہ بھی اس کی مدد ہے۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۱۲۱)

حمد باری تعالیٰ

زمانے بھر کے سب علم و ہنر تیرے عطا کردہ
مرا حسن نظر، ذوق نظر، تیرے عطا کردہ

مرے جذبوں کو ساری وسعتیں تو نے عطا کی ہیں
مرے احساس کے شام و سحر تیرے عطا کردہ

ہمیں دیتا ہے تو ہی حوصلہ منزل کو پانے کا
طلب منزل کی اور عزم سفر تیرے عطا کردہ

میرے دامن میں نہیں محرومیاں یکسر، مگر اب ہیں
متاع نعت کے لعل و گہر تیرے عطا کردہ

مدینے کی طرف اڑتا چلا جاتا ہوں ہر لحظہ
میرا ذوق سفر، زاد سفر، تیرے عطا کردہ

یہ لفظوں کے گہر، یہ آرزؤں کے حسین خاکے
دعاؤں میں جو آتے ہیں نظر، تیرے عطا کردہ

یہ خالدؔ کچھ نہیں ہے، اسکی ہستی ہیچ ہے یارب
یہ گھر اس کا، یہ سارے بام و در تیرے عطا

نعت رسول مقبول ﷺ

در رسولؐ ہو اور کاسئہ گدائی ہو
مرے نصیب میں یارب! یہ بادشاہی ہو

گرادے کاش کرم کا اِدھر کوئی چھینٹا
گھٹا جو گنبد خضریٰ کے گرد چھائی ہو

وہ کیوں رکھے کسی ایوانِ اقتدار کا شوق
جسے اڑا کے محبت مدینے لائی ہو

بصد امید صبا سے سوال کرتا ہوں
کوئی پیام اگر میرے نام لائی ہو

فراز عرش یہ اپنا مزاج رکھتا ہے
فقیر جس نے ترے در کی بھیک پائی ہو

کبھی جو قطبؔ ترے حال پر کرم ہوگا
عجب نہیں کہ مدینے میں پھر رسائی ہو

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا امن پیغام اور ظلم و بربریت کی داستان

اللہ رب العزت جو کہ خالق کائنات ہے اس نے انسان کو اس دنیا میں بے راہ روی کا شکار کر کے نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لئے کچھ حقوق و فرائض کی صورت میں حدود متعین کی ہیں۔ لہذا حالات و ضروریات کے مطابق ہدایات ربانی بنی نوع انسان کو ملتی رہیں لیکن اس میں ترامیم بھی ہوتی گئیں جو کہ معاشرہ میں بگاڑ کا سبب بنیں اور انسان اصل ہدایات (ربانی) کو بھول کر بے راہ روی کا شکار ہوگیا۔ جس کی وجہ سے دین ابراہیم کی اصل شکل مسخ ہوکر رہ گئی۔ لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ ایسا نظام بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا جائے جو رہتی دنیا تک کے لئے ہدایات کا سرچشمہ ہو اور اس میں تمام ہائے نظام زندگی کے پہلوؤں پر ہدایات ملتی ہوں (خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، معاشی ہوں یا سیاسی، معاشرتی ہوں یا تمدنی، ملکی ہوں یا بین الاقوامی) اللہ رب العزت نے اس نظام کی تشکیل کے لئے دین اسلام کو پسند کیا جس میں بنی نوع انسان کو زندگی کے ہر پہلو پر رشد و ہدایت ملتی ہیں اور ان ہدایت کا سرچشمہ اپنے نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کو رکھا جو داعی برحق ہیں۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جہالت و گمراہ دور کے تمام رسم و رواج کو کالعدم قرار دیا اور مظلوم طبقات کو برابری کے حقوق عطا کئے۔ دختر حواء کو عزت و وقار کی بلندی پر پہنچایا۔ اسلام وہ واحد دین ہے جو کہ حقوق انسانی کو نہایت واضح انداز میں پیش کرتا ہے جبکہ دنیا کا کوئی بھی معاشرہ و مذہب ایسا تصور پیش نہیں کرسکا۔ اسلام کا تصور حقوق انسانی نہ صرف مسلم افراد بلکہ غیر مسلم افراد (جو کہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے قانون کی پاسداری کرے) نہ صرف عام حالات بلکہ جنگ جیسے برہنگم حالات میں بھی مکمل طور پر حفاظت کا ضامن ہے اس میں کسی قسم کی (رنگ و نسل، زبان و مذہب، علاقے وقوم) تطبیق نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی وتنسیخ کا کسی کو مطلقاً حق ہے۔ لیکن عصر حاضر کے حالات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ تمام تر دنیا بالعموم اور ملک پاکستان بالخصوص دوبارہ اسی ظلالت و گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے جہاں سے 1400 سال قبل نبی آخرالزماں رحمت للعالمین اس امت کو نکال کر لائے تھے پاکستان جس کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے جو فقط حاصل ہی اسلامی تعلیمات پر بآسانی بجا آوری اور پرامن وخوشحال زندگی بسر کرنے کے لئے کیا تھا وہ آج بدقسمتی سے ان

حکمرانوں کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے جن کے ضمیر بیرون ملک گروی رکھے ہوئے ہیں وہ عوام کو مختلف چھوٹے چھوٹے پراجیکٹ کے تحت بیوقوف بنانے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ عوام لولی پاپ کھا کر خوش ہوجائے اور یہ حکمران ان پراجیکٹ کے ذریعے بھی بیش بہا دولت سمیٹ سکیں۔

لیکن جب عوام کو کوئی ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے ''بیداری شعور'' دے تو یہی حکمران ریاستی دہشت گردی کے ذریعے ان کا قلع قمع کرنے کی تدبیر کرتے ہیں مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ جو لوگ جذبہ ایمانی سے سرشار ہوتے ہیں وہ ''تلاطم خیز موجوں سے گھبرایا نہیں کرتے''۔ لہذا سانحہ ماڈل ٹاؤن کے باعث حکمران پاکستان عوامی تحریک کے جذبوں کو کمزور نہ کرسکے وہ اپنی جدوجہد میں مسلسل سرگرم عمل ہیں مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ماہ بعد سانحہ پشاور میں آرمی پبلک سکول کے معصوم بچوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا کیونکہ طاغوتی قوتیں یہ جان چکی ہیں کہ ملک پاکستان اس وقت نازک حالات سے گزر رہا ہے۔ یوں انہوں نے بھی پے در پے حملے کرنا شروع کردیئے کبھی ایئر پورٹ پر حملہ کیا جارہا ہے تو کبھی ہماری شہ رگ ''بچوں'' پر حملہ کیا جارہا ہے۔ اسکا ذمہ دار کون ہے؟ ملک پاکستان میں پرامن فضاء کا ضامن کون ہے؟ ہمارے حکمران کیوں اس قدر بے بسی کا مظاہرہ کررہے ہیں کہ پاکستانی اقوام کی قسمت کا سودا بیرون ملک آقاؤں کے پاس کررہے ہیں کیا یہ وہ پاکستان ہے جس کو حاصل کرنے کا خواب علامہ اقبالؒ نے کی؟ یا پھر جس کے لئے جہد مسلسل قائداعظمؒ نے کی؟ نہیں، پاکستان کو برصغیر سے علیحدہ وطن کے طور پر اسلیئے حاصل کیا گیا تھا کہ 1400 سال قبل آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے جو انسانی حقوق پر مبنی چارٹر ملت اسلامیہ کو دیا تھا اس پر عملدرآمد کرکے ہر مسلمان اور ہر پاکستانی باعزت، پروقار، پرسکون وخوشحال زندگی بسر کرسکے۔ مگر افسوس صد افسوس حالات حاضرہ کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے (جو اسلامی قوانین میں مرتب ہیں) دوبارہ سے نیا پاکستان جابر حکمرانوں سے حاصل کرنا ہے اور اسی طرح سے یہ حکمران عوام کے خون سے ہولی کھیلیں گے جس طرح پاکستان بناتے وقت انسانی جانوں کے خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ کیونکہ انہیں اپنے مفادات خطرے میں پڑتے دکھائی دے رہے ہیں مگر اب پاکستانی عوام بھی چپ ہوکر نہیں بیٹھیں گے وہ اپنا حق حاصل کرکے رہیں گے چاہے انہیں حکمرانوں کے مدمقابل ہی کیوں نہ آکر کھڑا ہونا پڑے۔

میلاد النبی ﷺ اور راہ حق میں قربانی کی اہمیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد حسین آزاد // معاونت: ملکہ صبا

10 ستمبر 1992ء کو مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن پر عالمی میلاد کانفرنس کے عظیم الشان اجتماع سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے خصوصی خطاب فرمایا جس کی اہمیت کے پیش نظر ایڈٹ کر کے قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے جو قارئین مکمل خطاب سماعت کرنا چاہتے ہیں وہ خطاب کی سی ڈی نمبر (CD#1117) کو سن سکتے ہیں۔ (منجانب: ادارہ دختران اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالضُّحٰی o وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰی. مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی o وَ لَـلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰیo وَلَسَوْفَ يُعْطِيْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰیo (الضحیٰ، ۹۳: ۱تا۵)

’’قسم ہے چاشت کے وقت کی (جب آفتاب بلند ہو کر اپنا نور پھیلاتا ہے)۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔ آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔ اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے۔ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے‘‘۔

مہمانان خصوصی فضیلت الشیخ علامہ مفتی شیخ عبدالعزیز ابراہیم یوسف شامی، محترم مشائخ و علمائے کرام، معزز خواتین و حضرات اور عزیزان گرامی قدر! اللہ رب العزت کا شکر ہے جس کی توفیق سے ہمیں اس سال بھی شب میلاد مصطفیٰ ﷺ کی اس عظیم الشان سالانہ محفل میں حاضری نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس مبارک رات میں جاگنے، اپنا اور اپنے حبیب ﷺ کا ذکر کرنے اور سننے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ ثانیاً حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت اور دنیا میں آج کی رات تشریف آوری اس کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے، اللہ کی اس عظیم نعمت پر میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جس آیت کریمہ کی تلاوت کا میں نے شرف حاصل کیا ہے اس میں اللہ رب العزت نے والضحیٰ کے ذریعے حضور ﷺ کی قسم کھائی ہے جس کا شان نزول یہ ہے کہ مشیت ایزدی سے کچھ دنوں کے لئے جب حضور ﷺ پر وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا تو اس پر کفار اور مشرکین مکہ جو دشمن تھے اور وہ پہلے ہی موقع کی تلاش میں رہتے تھے انہوں نے حضور ﷺ کو اس موقع پر طعنہ دیا اور کہا محمد ﷺ کا رب محمد (ﷺ) سے ناراض ہوگیا ہے۔ جس پر حضور ﷺ کے قلب اطہر پر بوجھ آیا۔ جانتے سب کچھ تھے مگر اس کے باوجود دشمنوں کا یہ طعنہ محبوب کے حق محبوب نے گوارا نہ کیا۔ لہذا پریشان ہوگئے۔ جب حضور ﷺ کی طبیعت مقدسہ کا یہ حال دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ وحی تو ہم نے کچھ دنوں کے لئے کسی اور غرض سے بند کی تھی۔ یہ ایک راز تھا ہمارے اور ہمارے حبیب کے درمیان مگر غیروں نے اس کا معنی کچھ اور ہی لے لیا ہے۔ اے جبرائیل! جا! ان کے بوجھ کو اتار اور میرا محبت بھرا پیغام میرے محبوب کو پہنچادے۔ وہ پیغام کیا تھا؟

وَالضُّحٰیo وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰیo مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰیo (الضحیٰ، ۹۳: ۱ تا ۳)

''قسم ہے چاشت کی اور قسم ہے اندھیری رات کی جب وہ چھا جائے۔ میرے حبیب! آپ کا رب نہ آپ سے روٹھا ہے نہ اس نے آپ کو چھوڑا ہے''۔

یہاں اللہ رب العزت نے دو قسمیں کھائیں۔ اب نہ تو چاشت کے وقت میں کوئی اتنی بڑی بات ہے کہ حضور ﷺ کے قلب اطہر کے بوجھ کو دور کرنے کے لئے اور دشمنوں کے طعنے کو رد کرنے کے لئے بات کی جائے اور چاشت کی قسم سے کی جائے اس کا ظاہراً اتنا کوئی ربط نظر نہیں آتا اور نہ رات کے چھا جانے میں کوئی اتنا بڑا اشارہ ہے جس کا ایک تعلق اس طعنہ کے ازالہ اور حضور ﷺ کے قلب اطہر کے بوجھ کو دور کرنے سے بنتا ہو۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ فرمانا تو یہ مقصود ہے کہ دشمنوں کا طعنہ غلط ہے۔ قسم اس لئے کھائی کہ دشمنوں کا پرزور رد کیا جائے اور اپنے محبوب کے دل کو تسکین دی جائے۔ اس کے لئے قسم بھی ایسی ہونی چاہئے تھی کہ جس سے آقا کا دل ٹھنڈا ہوجاتا، جس کے سنتے ہی آقا ﷺ کے دل میں اطمینان کی لہر دوڑ جاتی لیکن جب اس مقصود کو سامنے رکھیں تو چاشت اور رات کی قسم اس مقصود کو پورا کرتی نظر نہیں آتی۔ اس پر مفسرین نے گفتگو کی ہے۔ قسم ظاہری معنی میں بنتی ہے مگر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں بعض عارفوں اور تفسیر کے اماموں کا حوالہ دیتے ہوئے اس قسم کے اصل معنی اور معارف پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک معنی بیان کرتے ہیں جو اس ضرورت کو پورا کرتا ہے وہ یہ ہے:

''قسم ہے چاشت کی طرح چمکتے ہوئے ہوئے تیرے مکھڑے کی'' چاشت کا وہ وقت جو روشنی میں لاجواب ہوتا ہے اور گرما دینے والی تپش میں نرم ہوتا ہے اور تپش کم ہوتی ہے اور روشنی اس سے بہتر پورے دن میں نہیں ہوتی یعنی میرے محبوب تیرے چہرے میں چمک دمک چاشت کی طرح ہے اور اس میں ٹھنڈک چاشت کی ٹھنڈک کی طرح ہے اور

اندھیری رات کی طرح تیری زلف عنبریں کی قسم، تیری تاریک زلفوں کی قسم کہ جب تو کنگھی کرتا ہے تو وہ تیرے شانے پر بکھر جاتی ہیں اور پھر یوں لگتا ہے جیسے اندھیری رات چھا گئی ہے اور تیرے شانوں پر تیری زلفیں بوسہ دینے لگتی ہیں۔

پیارے حبیب! جو رب تیرے چہرے کی قسم کھاتا ہے اور تیری زلفوں کی قسم کھاتا ہے بھلا وہ رب بھی تجھ سے ناراض ہوسکتا ہے؟ میرے حبیب جس رب کی قسموں کا موضوع تیرا چہرہ ہو جس رب کی قسموں کا مرکز تیری زلفوں کے کنڈل ہوں بھلا وہ رب تمہیں چھوڑ سکتا ہے؟

اے کافرو! بدبختو! بے نصیبو! مشرکو! اور بے عقلو! سوچو تو سہی کہتے ہو کہ محمد (ﷺ) کا رب، محمد (ﷺ) کو چھوڑ گیا اور ناراض ہوگیا۔ جو رب اپنے محبوب ﷺ کی قسمیں کھاتا ہے وہ کیسے ناراض ہوسکتا ہے؟ میرے حبیب تو اپنے دل کو دکھی نہ کر، تیرا رب تجھ سے ناراض نہیں ہوا، اس نے تجھے نہیں چھوڑا۔ یہ جو وحی چار دن کے لئے روکی تھی اس سے مقصود تجھے انتظار کرانا تھا، تیرے انتظار میں شدت پیدا کرنا تھا۔ ہم تو تعلق کو مزید بڑھانا چاہتے ہیں۔ لہذا چار دن کے لئے وحی کا روکنا بھی تعلق کو بڑھانے کے لئے تھا اور تعلق بڑھنے کا پتہ بھی اگلی آیت سے ملتا ہے۔ فرمایا:

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى.

محبوب اس لئے یہ وقفہ ڈالا ہے کہ تیری ہر بعد کی گھڑی پچھلی سے بہتر ہوجائے یعنی اگلا دن پچھلے سے بہتر ہو۔ یوں تیرا تعلق اونچے سے اونچا ہوتا جائے۔ پھر فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى. (الضحیٰ، ۹۳: ۵)

''اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے''۔

لہذا ہماری تو عطائیں بھی تجھے راضی کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے قرآن پاک میں ہے ہم اس سے مانگتے ہیں وہ عطا کرتا ہے۔

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ. (البقرہ: ۱۸۶)

''میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے، پس انہیں چاہیے کہ میری فرمانبرداری اختیار کریں''۔

مگر میرے محبوب تیرے ساتھ تعلق کا عالم یہ ہے کہ آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔

محبوب ہم عطائیں ہی اس لئے کرتے ہیں کہ آپ راضی ہوجائیں تو بھلا ان مشرکوں سے پوچھو کہ ایسا رب بھی کبھی اپنے محبوب سے ناراض ہوا کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے کافروں کے سارے طعنوں کو ایک محبت کی

ضرب کے ساتھ توڑ دیا۔ اسی آیت کریمہ کا دوسرا معنی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں بیان فرمایا ہے:

''والضحیٰ سے مراد حضور ﷺ کا یوم میلاد ہے'' (یہ ان ائمہ کرام میں سے ہیں جنہیں بریلوی اور دیوبندی دونوں مانتے ہیں اور یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے ہیں۔) یہ بات انہوں نے بھی اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی لکھی۔ لہذا یہ عقیدہ محبت آج کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ یہ شروع سے چلا آرہا ہے اور محدثین اس کو نقل کرتے چلے جارہے ہیں۔ اس طرح **والضحیٰ والیل اذا سجی** کا معنی یہ ہوگا کہ ''قسم ہے دن کی یعنی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم میلاد کی اور قسم ہے رات کی یعنی شب معراج کی''۔ اس میں بہت سی نسبتیں ہیں جب آقا ﷺ کو دنیا میں بھیجا تو رات جارہی تھی اور دن آرہا تھا اس لئے آقا ﷺ کی ولادت کی قسم یوم میلاد سے کھائی اور جب اپنے پاس بلایا معراج کے لئے تو رات کو بلایا یعنی محبوب کی جلوت لوگوں کے لئے رکھی اور خلوت اپنے لئے رکھی۔ اس لئے کہ جلوت کا حال اور ہوتا ہے اور خلوت کا حال اور ہوتا ہے۔ جلوت میں لوگ وہی کچھ دیکھتے ہیں جو اوپر سے نظر آتا ہے اور خلوت میں وہی نظر آتا ہے جو جلوت والے لوگ نہیں دیکھتے اس لئے فرمایا محبوب کو بھیجا مخلوق کی طرف تو جلوت دی اور دن دیا اور اپنی طرف بلایا تو رات دی اس لئے کہ محبوب کی حقیقت مخلوق کی نظر سے اوجھل ہے اور خالق کی نظر میں آشکار ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکرؓ میری حقیقت کو میرے رب کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا''۔ لہذا فرمایا: ''قسم ہے ولادت کے دن کی اور معراج کی رات کی''۔

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ ایک معنی اور بھی ہے۔

والضحیٰ سے مراد ہے: اے میرے حبیب! قسم ہے آپ کے نورعلم کی جس کے باعث سارے مخفی خزانے آپ کے سامنے آشکار ہوجاتے ہیں اور والیل سے مراد ہے: قسم ہے رات کی جب وہ چھاجائے کہ وہ نورعلم آپ کو میسر ہے کہ مخفی چیزیں اور اسرار بھی دیکھتے ہیں اور پھر قسم ہے محبوب آپ کے حسن خلق کی امت کے سارے عیب دیکھ کر بھی آپ اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ ایک معنی اور بھی ہے۔ فرمایا: قسم ہے حبیب آپ کے احوال ظاہری کی وہ ظاہری کمالات جنہیں ہر کوئی جانتا ہے اور قسم ہے آپ کے ان احوال باطنی کی جنہیں کوئی کوئی جانتا ہے مخلوق نہیں جانتی جو ان سے چھپے ہوئے ہیں۔

اس تفسیر کے مطابق ربیع الاول میں وہ رات ہے جس کی رب العزت نے قسم کھائی ہے۔ اب یہ دن اس مخلوق کو کب ملا اور کیسے ملا؟ تھوڑا اس کا بھی تذکرہ کرلیتے ہیں۔

حضرت کعب الاحبارؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بشری تخلیق کا جب اللہ پاک نے ارادہ کیا

تو سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ جبرائیل! میں اپنے محبوب کا وجود بشری بنانا چاہتا ہوں لہذا جا اور زمین سے کسی ایسی جگہ سے مٹی لے آ جو میرے محبوب کے وجود کے لائق ہو (تو حدیث میں ہے کہ) سیدنا جبرائیل امین زمین پر اترے اور آج جس جگہ نبی اکرم ﷺ کا گنبد خضریٰ اور حضور ﷺ کی قبر انور ہے اس مقام سے مٹی لے گئے۔

علامہ ابن جوزی الوفا بالاحوال مصطفیٰ جلد۱ ص۲۷ پر فرماتے ہیں: اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس زمین کے ٹکڑے سے بہتر ساری کائنات میں کوئی اور ٹکڑا نہیں ہے اور اس جیسا بھی ساری کائنات میں کوئی ٹکڑا نہیں ہے۔ حتیٰ کہ یہ اپنے رتبے میں اور فضیلت میں روئے زمین سے بہتر ہونا تو درکنار عرش معلیٰ سے بھی اونچا ہے۔ سیدنا جبرائیل امینؑ اس روئے زمین سے مٹی لے گئے اور اللہ رب العزت کے حضور پیش کی۔ اس مٹی کو تسنیم (جنت) کے پانی میں دھویا گیا پھر اس کے اندر نور نبوت رکھا گیا پھر اس خاک کو عرش و کرسی و لوح و قلم کے گرد طواف کرایا گیا اور زمین و آسمان میں پھرایا گیا تا کہ کائنات کا ہر ہر ذرہ و گوشہ اس خمیر مصطفیٰ ﷺ کو پہچان لے اور پھر اس میں نور نبوت رکھ کر کائنات کے ہر ہر گوشہ میں اس نور نبوت کو پھیلایا گیا اور بعد ازاں یہ نور نبوت سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا گیا جس سے آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں ایک نور چمکنے لگا۔ آدم علیہ السلام کا حضرت حوا علیہا السلام کے ساتھ عقد نکاح کا حکم آیا اور جب عقد کرنے لگے تو حضرت حوا علیہا السلام کی شادی کا حق مہر مقرر کرنے کا وقت آیا حضرت آدم علیہ السلام نے تو عرض کیا: باری تعالیٰ روئے زمین کی اس پہلی شادی کا مہر مقرر فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میرا وہی محبوب نبی جس کے نور سے آپ کی پیشانی کو روشن کیا ہے اس پر دونوں مل کر درود و سلام پڑھ لو یہ تمہارے نکاح کا مہر ہوگا۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ، ج۱، ص۷۶)

اب جو بات میں سمجھانا چاہتا ہوں اس حدیث کے ذریعے وہ یہ ہے کہ قیامت تک پوری نسل انسانی کی ولادت حضور ﷺ کے درود و سلام کا صدقہ ہے۔ گویا مقاربت کی حلت درود و سلام سے ہوئی۔ تعلق اور رشتہ کو حلال کرنے والا حضور ﷺ پر درود و سلام ہے اور ساری انسانیت اور نسل انسانی کی ابتداء بھی آقا علیہ الصلوۃ والسلام پر درود و سلام سے ہوئی۔

حضرت حوا علیہا السلام کے بطن مبارک سے ہر بار ایک جوڑا پیدا ہوتا مگر جب حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت کا وقت آیا (جن کی پشت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے نور کو منتقل کرنا تھا) یہ تنہا پیدا ہوئے تا کہ تولد کے وقت جب حضور ﷺ کا نور منتقل ہو تو اس کا حصہ پانے میں بھی کوئی شریک نہ ہو۔ اس طرح حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے اور آقا علیہ السلام کا نور مبارک نسل در نسل پاک پشتوں اور رحموں میں منتقل ہوتا ہوتا حضرت عبدالمطلبؓ کے زمانے تک آ پہنچا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی پشت میں جب حضور ﷺ کا نور چمکنے لگا تو ان کو

دیکھنے کے لئے دور دور سے یہودی راہب، احبار اور ان کی کتابوں کے عالم آتے تھے اور جب عبدالمطلب کو دیکھتے تو پہچان لیتے کہ اس شخص کی پیشانی میں جو روشنی چمک رہی ہے یہ نبی آخرالزمان کا نور ہے۔

حضرت عبدالمطلب کی شادی ہوگئی اور جب حضرت عبداللہ کی ولادت ہوئی اور وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی میں منتقل ہوگیا۔ تو بڑی بڑی برکات کا ظہور ہونے لگا۔ آپ کی پیشانی میں بھی نور چمکتا دیکھ کر اس دور کے یہود پہچان گئے (ایک بات ذہن نشین رکھ لیں مدینہ (یثرب) ایک چھوٹی سی بستی تھی جو دنیا میں نہ کسی تجارت کا بڑا مرکز تھی، نہ کوئی صنعت وحرفت کا مرکز تھی اور نہ کسی تہذیب و ثقافت کا مرکز تھی۔ لہذا یہودیوں کا اپنی بستی، وادی سینا، کنان، مصر کو چھوڑ کر مدینہ کی ایک چھوٹی سی بستی یثرب میں آ کر یہاں رہنے کا کوئی معمولی سا بھی جواز نہ تھا سوائے ایک جواز کے کہ ہر یہودی عالم، ہر قبیلے اور بنی اسرائیل کی ساری نسلوں نے ہر زمانے کے نبی و رسول سے ایک بات سن رکھی تھی کہ لوگو! ہم سارے نبی و رسول اس کائنات کے عظیم تاجدار نبی اور رسول کی آمد کی منادی دینے والے ہیں۔ یہ ساری بزم کائنات جس نبی آخرالزماں کے لئے، جس حبیب کبریا کے لئے، جس پیکر جمال کے لئے، جس نور حق کے لئے، جس رحمت للعالمین کے لئے سجی ہے وہ نبی آنے والا ہے اور حضور ﷺ کا علاقہ، ہجرت کا شہر، آپ کا مسکن، آپ کا وطن آپ کے خدوخال، آپ کا حلیہ مبارک، آپ کا خاندان، آپ کا قبیلہ، آپ کا حسب و نسب، آپ کے احوال زندگی، دشمنوں کی مخالفتیں، غزوات، خلفائے راشدین کا ساتھ دینا، مدینہ میں وصال فرمانا اور وہاں گنبد خضریٰ بننے تک کا بیان پرانی کتابوں میں درج تھا۔

یہ نشانیاں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیان فرمائی تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہودی علماء حضور ﷺ کے معارف ومحاسن وکمالات ومعجزات اور سیرت طیبہ کو اپنی کتابوں میں پڑھ کر اس طرح پہچانتے تھے جیسے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآئَهُمْ. (البقرہ، ۲:۱۴۶)

''وہ اس رسول (آخر الزماں حضرت محمد ﷺ اور ان کی شان وعظمت) کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ بلاشبہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔

حتی کہ سیدنا حضرت یحییٰ علیہ السلام جب شہید کئے گئے تھے تب ان کا ایک جبہ تھا جو انہوں نے پہنا ہوا تھا۔ آپ کی شہادت کے بعد وہ یہودیوں نے ملک شام کی عبادت گاہ میں تبرک کے طور پر رکھ دیا۔ اس جبہ سے شہادت سے لے کر 5، 6 سو سال گزر جانے کے بعد ہمیشہ ایک ایک قطرہ خون کا گرتا رہتا تھا اور کتابوں میں لکھا تھا کہ یہ گرنا اس دن بند ہوگا جس دن حضرت عبداللہؓ کی پشت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوں گے۔

یہودیوں کی عبادت گاہ میں جب اس جبہ سے خون کا قطرہ گرنا بند ہوا تو وہ دوڑ پڑے کہ نبی آخرالزماں پیدا ہوگئے ہیں۔ مقصد یہ کہ یہودیوں کے پاس بہت ساری علامتیں موجود تھیں وہ اپنے بچوں کو حضور ﷺ کے احوال باقاعدہ پڑھایا کرتے تھے۔ یہ احوال جان کر قافلوں کے قافلے اس مدینہ کی بستی میں آکر آباد ہوئے اس انتظار میں کہ نبی آخرالزماں نے اس شہر میں آنا ہے اور ہم ان کے امتی بن جائیں گے، ان کا زمانہ پالیں گے، انکی خدمت کریں گے، ان کو چاہت تھی مگر ساتھ وہ یہ توقع بھی کرتے تھے کہ وہ ہمارے ہی خاندان ونسل یعنی بنی اسرائیل سے پیدا ہوں گے جس میں سارے انبیاء آئے تھے کیونکہ بنی اسماعیل کے ساتھ عناد اور عداوت تھی مگر جب حضور ﷺ کی ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہوئی اور بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے نہ ہوئی تو یہودی حاسد ہوگئے اور حسد کے باعث انہوں نے حضور ﷺ کا انکار کردیا۔

یہاں ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ جب یہودیوں اور راہبوں کو مکہ و مدینہ پہنچ کر اس بات کا علم ہوا کہ یہاں تو قریشی ہیں اور اس قریش کے خاندان میں حضور ﷺ پیدا ہونے والے ہیں تو اسی وقت سے وہ آپ کے دشمن ہوگئے جبکہ آپ ﷺ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ جب حضرت عبداللہؓ کی پیشانی میں آقا ﷺ کا نور چمکنے لگا تو یہودیوں نے پہچان لیا کہ یہ وہ شخص ہے جو اس محمد (ﷺ) کا باپ ہوگا کیونکہ پیشانی میں وہی نور چمک رہا ہے چنانچہ یہودیوں نے سازش تیار کی اور یہودیوں کے سب سے بڑے راہب نے اپنے ساتھ 70 یہودی تیار کئے اور قافلے کی صورت میں چھپ چھپا کر مکہ پہنچے اور حضرت عبداللہؓ کو تلاش کرنا شروع کیا تاکہ کہیں آپؓ انہیں اکیلے مل جائیں اور آپ کو شہید کردیا جائے۔

ایک روز حضرت عبداللہؓ باہر صحرا میں اکیلے شکار کے لئے نکلے۔ یہودیوں نے دیکھا تو وہ سارے وہاں پہنچ گئے اور حضرت عبداللہؓ کو گرفتار کرلیا اور شہید کرنے کے لئے لے جارہے تھے کہ اتنے میں حضرت آمنہؓ کے والد ماجد راہب بن عبد مناف کا گذر وہاں سے ہوا انہوں نے جب دیکھا کہ یہودی ہمارے قریشی بھائی حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو ناپاک ارادے سے لے جارہے ہیں کیونکہ ان کی پیشانی میں نور چمکتا ہے (اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں اس کی شہرت بھی ہوگئی تھی)۔ اسی لئے تو اللہ پاک نے قسم کھائی تھی۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِo وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِo وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَo (البلد، ۹۰: ۱ تا ۳)

’’میں اس شہر (مکہ) کی قَسم کھاتا ہوں۔ (اے حبیبِ مکرّم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ (اے حبیبِ مکرّم! آپ کے) والد (آدم یا ابراہیم علیہما السلام) کی قَسم اور (ان کی) قَسم جن کی ولادت ہوئی‘‘۔

یعنی میرے حبیب! میں شہر مکہ کی قسم کھاتا ہوں اس لئے کہ تو اس شہر میں آیا اور نہ صرف اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہؓ تک جس جس شخص کو تیرا والد ہونے کا شرف ملا اور

جس جس کی پشت و پیشانی میں تیرا نور چمکتا رہا اور جسے تیرے آباء ہونے کا شرف ملا۔ حبیب! اس اس پشت کی قسم!

یہ پہچان تھی مگر اب یہودیوں کو یہ بھی پتہ چل چکا تھا کہ زمانہ ولادت قریب آپہنچا ہے اس لئے حضرت آمنہؓ کے والد فی الفور قریشیوں کو لے کر دوڑے اور یہودیوں سے چھڑالیا اور چھڑا کر حضرت عبداللہؓ کی پیشانی کو خوب ٹکٹکی باندھ کر دیکھا تو وہ اس نور کو پہچان گئے۔ ان کو گھر بھیجا اور خود اپنے گھر آئے اور اپنی زوجہ حضرت براءؓ یعنی (حضرت آمنہؓ کی والدہ ماجدہ) کو بلایا اور کہا براء! میرا دل کرتا ہے کہ ہم اپنی بیٹی آمنہ کا رشتہ اس کو دے دیں تاکہ وہ نور ہماری بیٹی آمنہؓ کے نصیب میں آجائے۔ فیصلہ ہوگیا تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عبدالمطلب کے گھر آئیں اور اپنی بیٹی حضرت آمنہؓ جو حسب ونسب، خوبصورتی، خوب سیرتی، کردار، تقویٰ، شہرت اور عظمت میں قریش کی ساری عورتوں کی سرتاج تھیں اور بہت اونچا مقام رکھتی تھیں کے رشتے کا پیغام دیا جسے حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت عبداللہؓ کے لئے قبول فرمالیا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ کا نور چمکنے لگا تو اس نور کی دھوم پہنچتے پہنچتے ملک شام تک پہنچ گئی اور ملک شام کا ایک بادشاہ تھا جس کی بیٹی کا نام فاطمہ تھا۔ وہ بھی بڑی شہرت، عظمت اور حسن و جمال کے اندر بڑا اونچا مقام رکھتی تھی اور شاہ روم کی بیٹی نے جب حضرت عبداللہؓ کے نور کے چرچے سنے تو اپنے خدام کے ساتھ مال و دولت لے کر شام سے چل کر مکہ میں کعبۃ اللہ کے پاس آکر پڑاؤ کیا۔ حضرت عبداللہ سے رابطہ و ملاقات کرنے کے لئے کوشش کی۔ ادھر حضرت عبداللہؓ ان کے قریب سے گزرے تو انہیں دیکھ کر نکاح کی پیشکش کردی۔ یہاں دو روایات آئی ہیں ایک یہ کہ جب پیشکش کی اس وقت ابھی حضرت عبداللہؓ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ وہ اپنے والد حضرت عبدالمطلبؓ کے ساتھ نکاح کرکے لانے کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ (ابونعیم، دلائل النبوۃ، ج۱، ص۹۱)

حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اچھا میں اس پر غور کرتا ہوں میں کل اپنے والد سے پوچھ کر آپ کو جواب دوں گا۔ ایک دن کی مہلت لے لی اور ادھر عقد کی بات کرنے گئے جب بات کی تو بات پکی ہوگئی اور حضرت آمنہؓ کو دلہن بنا کر لے آئے۔ اسی رات آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا نور مبارک منتقل ہوگیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جس کو زیادہ محدثین و علماء نے بیان کیا وہ یہ ہے کہ شادی ہوچکی تھی تین سال یا اس سے کچھ زائد عرصہ گزر چکا تھا اور اس رات بات ہوئی تو فرمایا کہ کل میں آپ کو جواب دوں گا مگر وہی رات جمعہ کی رات تھی اور نور محمدی ﷺ حضرت آمنہؓ کے بطن مبارک میں منتقل ہوگیا اور صبح والد گرامی سے بات کی انہوں نے اجازت دے دی کیونکہ ایک سے زائد نکاح کا عربوں کے ہاں عام رواج تھا اور عیب کی بات نہ تھی۔ لوگ 18، 18 شادیاں بھی کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی آمد کے بعد اور اسلام کی تعلیم نے انہیں آکر ختم کیا اور آخری حد چار کی مقرر کی مگر ایک کو ترجیح دی۔ جب حضرت عبداللہؓ صبح پلٹ کر اسی خاتون کے پاس جواب لے کر پہنچے اور فرمایا گھر سے

اجازت مل گئی ہے میں آپ کی دعوت کو قبول کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس فاطمہ نے آپ کے چہرے کو پھر دیکھا اور منہ دوسری طرف کرلیا۔ حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کل تو تو نے خود دعوت دی تھی اور یہاں تک کہا تھا کہ مجھ سے اگر آج ہی شادی کرلو تو میں 100 اونٹ تحفہ بھی دوں گی لیکن آج میری طرف نہیں دیکھتی یہ تبدیلی کہاں سے آئی ہے؟ اس نے کہا اے عبداللہ! میں تجھ پر جس حسن و نور کی وجہ سے عاشق ہوئی تھی جسے کل تیری پیشانی میں میں دیکھتی تھی اور نکاح کی پیشکش کردی تھی وہ خوش نصیب آمنہؓ لے گئی۔ اب اس کے بعد مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں ہے۔

حضرت کعب الاحبار روایت کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے کہ اس شب جمعہ جب آقا ﷺ کا نور اقدس پشت عبداللہؓ سے بطن آمنہؓ میں منتقل ہوا تو اس رات اللہ رب العزت کی طرف سے ملائکہ نے منادی کر دی اور حکم ہوا کہ آج رات نور ازلی کا پرتو، نور حق کا مخفی خزانہ جسے ختم نبوت کا تاج پہنایا جانے والا تھا اور جسے نبی آخرالزماں ﷺ کے روپ میں دنیا میں تشریف لانا تھا اے جنتیو! اے ملکو! اے ملاکوتیو! آج وہ نور حضرت آمنہؓ کے بطن میں منتقل ہوگیا ہے۔ اب اس نور کے ظہور کا آخری مرحلہ یعنی مرحلہ ولادت باقی رہ گیا ہے اور دنیا کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے وہ نور بس اب ظاہر کرنے کو باقی رہ گیا ہے، آج جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں، آج جنت میں چراغاں ہو، جنت پر رونق ہوجائے، جنتوں میں تازہ بہار آجائے۔ لہذا جس رات نور محمدی ﷺ منتقل ہوا نہ صرف جنتوں پر بلکہ روئے زمین پر اور نہ صرف خاندان قریش پر بلکہ شہر مکہ کے ہر گھر پر نور کا اجالا ہوا۔

کتب حدیث، کتب سیر اور کتب فضائل میں آتا ہے۔ حضور ﷺ کے نور کا منتقل ہونا صرف انسانوں سے مخفی رکھا گیا جبکہ باقی ساری مخلوقات کو آگاہ کردیا گیا۔ قریش کے گھر کا ہر چوپایہ اپنی زبان میں بول اٹھا کہ آج ختم المرسلین کا نور اپنی والدہ کے بطن مبارک میں منتقل ہوگیا ہے۔ حرم کعبہ چمک اٹھا اس رات بھی بت گرے اور ولادت کی صبح بھی گرے اور زمین اور کائنات میں بہار کا آغاز ہوگیا اور پھر حضرت آمنہؓ کے بطن مبارک میں عرصہ حیات پورا ہوا اور ولادت کا وقت آگیا۔

اب آپ ﷺ کی ولادت کے واقعہ کو امام ابونعیم، ابن حبان، خطیب بغدادی، امام ابن سعد، طبرانی، بیہقی، نیشیاء پوری، امام زرقانی اور تمام آئمہ حدیث نے بیان کیا ہے۔ ان تمام احادیث کو جمع کرکے سیرت و فضائل نبی میں درج کیا گیا ہے۔ جن میں المواہب اللدنیہ، الخصائص الکبریٰ، سیرت حلبی، الوفاء، انوارالمحمدیہ و دیگر کتب سیرت شامل ہیں۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کی ولادت مقدسہ کا وقت قریب آیا تو مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اچانک مجھے یوں محسوس ہوا کہ سفید پرندے کے پر کی طرح کسی روشن چیز نے میرے دل پر مسح کیا ہے جس سے درد فوری دور ہوگیا۔ پھر مجھے جنت کا ایک سفید مشروب پیش کیا گیا وہ میں نے پی لیا۔ اب ولادت کے آغاز ہی سے زمینی چیزیں اٹھالی گئیں اور سارا انتظام جنت سے ہورہا ہے۔ فرماتی ہیں:

''پھر مجھے پھر ایک عظیم نور نے گھیر لیا ور میں نے خوبصورت طویل القامت عورتوں کو دیکھا تو مجھے تعجب ہوا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے پوچھا کہ تم میرے پاس کہاں سے آئی ہو۔ پہلی بار دیکھا ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ہم میں سے ایک فرعون کی بیوی (حضرت) آسیہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی تھی اور دوسری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ (حضرت) مریم بنت عمرانؓ ہیں اور ہم آپ کی داعیاں بن کر آئی ہیں اور یہ سب جنتی حوریں ہیں جن کو ہمارے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں:

''پھر میں نے زمین سے آسمان تک ایک سفید روشنی دیکھی۔ پھر میں نے فضاء میں ایسے مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں تھیں'' (یہ 12 ربیع الاول کی رات ہے صبح صادق کے وقت جب نور محمدی ﷺ ایک پیکر حسین بن کر حضرت آمنہؓ کی گود میں تشریف لائے تھے۔ حضور ﷺ کی ولادت ہورہی ہے حضرت آمنہؓ اسی وقت اس سہانی گھڑیوں کا منظر پیش کررہی ہیں) فرماتی ہیں:

''پھر میں نے سفید جنتی چڑیوں کو دیکھا (مقصد جنت کی کوئی چیز نہ رہی جو حضور ﷺ کے ولادت کے وقت استقبال کے لئے زمین پر نہ آئی ہو ایسا لگتا ہے ولادت کے وقت ہر نورانی مخلوق نے درخواست دی ہوگی کہ اے میرے مولا! آج تیرے حبیب کی ولادت کا وقت ہے ساری زندگی زمین والے خدمت کریں گے اور دیدار کریں گے آج ولادت کے وقت کی ذمہ داری ہمیں سونپ دے پھر اللہ رب العزت نے کہا ہوگا کہ آج کی رات تم سارے سائلوں کی درخواستیں منظور کی جاتی ہیں) حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ ان جنتی چڑیوں کی چونچ زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ وہ میرے کمرے پر سایہ فگن ہوگئیں ان کا سائبان بن گیا پھر اچانک ایک نور ظاہر ہوا۔ جس سے مشرق سے مغرب تک ساری کائنات روشن ہوگئی اور یہ وہ نور تھا جس سے شام کے محلات تک بھی دکھائی دیئے''۔

اس دوران فرماتی ہیں: ''میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا دیکھا کہ مشرق میں نصب ہوا، ایک مغرب میں نصب ہوا، ایک کعبہ کی چھت پر نصب ہوا''۔ فرماتی ہیں: ''میں نور کے چمکنے کا اور مشرق سے مغرب تک اور کعبۃ اللہ کی چھت پر جھنڈوں کا نصب کئے جانے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ بس اس منظر کے مشاہدے میں مگن تھی اچانک دیکھا کہ پیکر نور مسکراتا ہوا میری جھولی میں آگیا''۔ آقائے دوجہاں کی ولادت ہوگئی۔ وہ نور ازل، وہ نور ابد، وہ نور جو بزم کائنات کی رونق تھا، وہ نور ختم المرسلین کا نور تھا۔ وہ نور جو حبیب کبریا کا نور تھا۔ وہ نور جو عالم ارواح میں نبیوں کی روحوں پر چمکا۔ وہ نور جس کی معرفت نبیوں کی روحوں کو کرائی گئی۔ وہ نور جس کو سامنے رکھ کر نبیوں سے کلمہ پڑھوایا گیا۔ وہ نور جس پر نبیوں نے کلمہ پڑھا تو رب کائنات نے انہیں نبوت عطا کرنے کا وعدہ کیا۔ وہ نور جس پر انبیاء و رسل ایمان لائے۔ وہ نور جس کی نبوت پر ایمان لانے پر نبیوں پر خدا خود گواہ بن گیا۔ وہ نور جس کے فیض سے عالم ارواح میں ساری روحیں معطر ہوئیں۔ وہ نور جسے پیدا ہونے سے پہلے ہی نبی بنایا گیا۔ وہ نور جس پر پیدائش

سے پہلے نبوت کے احکام جاری ہوئے۔ وہ نور جس سے حضرت آدم کی پیشانی چمکی۔ وہ نور جس کا نام جنت کے درختوں کے ایک ایک پتے پر لکھا گیا۔ وہ نور جس کا کلمہ عرش کے پائے پر لکھا گیا۔ وہ نور جس کے صدقے سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ وہ نور جس کے صدقے سے انبیاء علیہ السلام کی نسلوں سے ایک سلسلہ نبوت جاری کیا گیا۔ وہ نور جس کے صدقے سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تیرنے لگی۔ وہ نور جس کے صدقے سے حضرت ابراہیم کو آگ سے بچایا گیا۔ وہ نور جس کے صدقے سے حضرت اسماعیل کو چھری کے نیچے سے نکالا گیا۔ وہ نور جس کے باعث صحرائے عرب میں مکہ کی سرزمین پر جہاں کچھ نہ تھا وہاں کعبۃ اللہ بنایا گیا۔ وہ نور جس کے صدقے سے بے آباد ریگستان کو آباد بستی بنایا گیا۔ وہ نور جس کی خاطر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کے رگڑنے سے چشمہ نکالا گیا تاکہ قبیلے یہاں آ کر آباد ہوں، وہ نور جس کی خاطر قریش کے قبیلے کو دنیا کے قبیلوں میں ممتاز بنایا گیا۔ وہ نور جس کے لئے رب کائنات ساری دنیا کے لئے شفاعت کی محفل سجائے گا۔ وہ نور جو سب سے پہلے پیدا ہوا اور سب سے آخر میں ظاہر ہوا۔ وہ نور جس کا صدقہ ہم آج کھا رہے ہیں اور وہ نور جس کی آمد کی تکریم میں ہم آج جاگ رہے ہیں۔ وہ نور جس کی خاطر ہر صاحب ایمان کا ایمان زندہ ہے۔ جسکی خاطر بخشش و مغفرت ہوگی۔ جس کی خاطر ہمیں دین ملا۔ جس کی خاطر خدا کی شناسائی ملی۔ جس نور نے آخرت کی معرفت دی۔ جس نور نے انسان کو انسان بنایا، جس نور نے ہمیں مسلمان بنایا اور جس نور نے کلمہ پڑھنے والوں کو ایک عظیم امت بنایا۔

؎ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

پھر پیدا ہوتے ہی آپ ﷺ مسکرا رہے ہیں جبکہ دوسرے بچے روتے ہوئے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بھی ولادت کا مختلف اصول تھا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس نبی کا آنا روتے ہوؤں کو مسکراہٹ دینا ہے، غم دور کرنا ہے، یتیموں کو تحفظ دینا ہے، بے سہارا کو سہارا دینا ہے اور ایک عظیم نظام، انسانیت کو عطا کرنا۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ پھر آپ سجدے میں گر گئے یعنی پیدا ہوتے ہی سجدے میں گر کر اللہ کے حضور پہلی گریہ و زاری کی اور اپنی انگشت شہادت اللہ کی توحید پر گواہی دینے کے لئے اٹھادی۔ فرماتی ہیں: اتنی دیر میں آسمان کی طرف سے ایک سفید بادل نمودار ہوا۔ اس نے حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا اور ایک منادی نے آواز دی کہ حضرت محمد ﷺ کو مشارق و مغارب اور بحر و بر میں لے جاؤ تاکہ ساری دنیا اس کو پہچان لے۔ پھر فرماتی ہیں:

تھوڑی دیر بعد وہ بادل کھل گیا اور آپ نمودار ہوئے اس وقت میں نے آنکھ بھر کر آپ کی زیارت کی اور میں نے دیکھا آپ ﷺ چودھویں رات کی چاندنی کی طرح چمک رہے تھے اور جسد پاک سے تازہ کستوری کے حُلے پھوٹ رہے تھے۔ اس وقت غیب سے تین افراد نمودار ہوئے کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی۔ ایک کے ہاتھ میں زمرد کا تشت تھا۔ ایک کے ہاتھ میں سفید ریشم کی چادر تھی۔ ایک اس صراحی کے اندر جنت کا پانی تھا جس سے

آپ ﷺ کو غسل دیا گیا۔ پھر دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی گئی جو اس ریشم میں لپٹی تھی پھر چادر ڈال کر لٹا دیا گیا اور فرماتی ہیں: میں نے غور سے دیکھا تو پیدائشی طور پر آپ ﷺ کو سرمہ ڈالا ہوا تھا، ناف بریدہ تھی، ختنہ شدہ تھے۔ (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی اسی طرح روایت فرمائی ہے) (دحلان، السیرۃ النبویۃ، ج۱، ص۴۸)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ مکہ میں ایک یہودی راہب تھا جو کسی کام سے ٹھہرا ہوا تھا۔ جس رات حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس نے قریش مکہ کی ایک گلی میں زور سے چیخنا شروع کر دیا لوگ جمع ہو گئے اس نے پوچھا اے قریش مکہ! دیکھو تم میں سے کس کے گھر آج بچہ پیدا ہوا ہے۔ ایک قریشی نے کہا کہ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ آج ضرور کسی کے گھر بچہ ہوا ہے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت عبداللہؓ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے وہاں لے چلو میں اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضرت آمنہؓ کے پاس اس یہودی کو لایا گیا۔ حضور ﷺ کی اس نے زیارت کی اور کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اس کی پشت دیکھوں۔ حضرت آمنہؓ نے آگے کر دیا کہ دیکھ لو۔ یہودی نے جب شانوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا اس کی چیخ نکلی اور بیہوش ہو کر گر پڑا اور جب ہوش میں آیا تو قسم کھا کر کہنے لگا:

وَاللّٰهِ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيْل. ''اللہ کی قسم نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی''۔

مکے میں دائیاں آ گئیں۔ دائی حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے شوہر قبیلہ بنی سعد کے غریب لوگ تھے جو کمزور لاغر سواری کو لے کر پہنچ گئے۔ کسی بڑے امیر گھرانے کا بیٹا نہ ملا، پتہ چلا کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے گھر ایک یتیم بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ادھر آ کر حضرت آمنہؓ سے بات کی وہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو اندر لے گئیں۔ جب حضور ﷺ کو دیکھا تو ایک نور تھا جو آسمان تک جا رہا تھا۔ وہ بے ساختہ گر پڑیں۔ حضور ﷺ کو اٹھایا، سینے سے لگایا اور فرمایا: ان کو میں لے جاتی ہوں تین دن مکہ میں رہیں اور لے کر سیدھا حرم کعبہ میں گئیں کہ جا کر پہلے کعبہ کا طواف کر لوں کعبہ کا طواف حضور ﷺ کو گود میں اٹھا کر کیا۔ جب حجر اسود کے سامنے آئیں بوسہ لیا اور آقا ﷺ کو بھی بوسہ دلانا چاہا، ابھی حجر اسود سے آپ ﷺ کے لب مبارک دور تھے فرماتی ہیں: خدا کی قسم! میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود نے کعبہ کی دیوار کو چھوڑ دیا اور باہر نکل کر مصطفیٰ کے چہرے کا بوسہ لیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا میرا مقدر چمک اٹھا ساتھ ہی دودھ پلایا تو حضور ﷺ نے دائیں طرف سے دودھ پیا اور بائیں جانب سے پینے سے انکار کر دیا۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیوں چھوڑ دیا؟ کیونکہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شیر خوار بیٹے حمزہ بھی تھے جو بائیں جانب سے پیتے تھے۔ جتنے سال حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے آپ کی رضاعت کی آپ ﷺ دائیں طرف سے پیتے تھے اور بائیں جانب سے چھوڑ دیتے تھے۔

حضور ﷺ نے ولادت کے پہلے دن سے عدل کا نمونہ قائم کر دیا تھا کہ میں لوگوں کو حق دلانے آیا

ہوں اوروں کے حق کھانے نہیں آیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ مزید فرماتی ہیں: ادھر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا مظاہرہ عدل تھا تو ادھر حضرت حمزہ کا مظاہرہ ادب تھا کہ جب بھی میرے بیٹے کو بھوک لگی اور وہ رویا اور میں نے اس کو دودھ پلانا چاہا مگر دو سال تک ایک بھی دن اس نے حضور ﷺ سے پہلے دودھ نہ پیا۔ فرماتی ہیں: جب حضور ﷺ کو سواری پر بٹھایا تو سواری لاغر تھی۔ آپ کے بیٹھنے سے تندرست و توانا ہوگئی۔ اس کے تھنوں میں دودھ آگیا۔ جب حضور ﷺ کو لے کر بستی پہنچی تو حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں بستی قحط زدہ تھی سبزہ نہ تھا، کھیت ویران تھے لیکن وہاں پہنچتے ہی ہماری کھیتیاں ہری بھری ہوگئیں۔ حضور ﷺ کو گھر لے کر گئیں۔ فرماتی ہیں: جس دن تک ہمارے کوٹھوں میں حضور ﷺ رہے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم! ان کمروں میں کبھی چراغ جلانے کی نوبت نہ آئی، نہ کوئی تکلیف آئی، ہمارے مقدر بدل گئے۔

اس طرح حضور ﷺ اپنے بچپن سے گزرے پھر لڑکپن و جوانی سے گزرے پھر بھرپور جوانی کا وقت آگیا۔ پھر اعلان نبوت ہوا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم احسان انسانیت پر کیوں ہوا؟ اور اس ولادت کا مقصد کیا تھا؟ مقصد ولادت یہ تھا کہ انسانیت میں ایک بہت بڑا انقلاب لانا تھا۔ آقا علیہ السلام نے بعثت کے بعد اپنا پیغام صحابہ کرامؓ تک اور صحابہ کرامؓ سے پوری عالم انسانیت تک پہنچایا اور لوگوں کے دلوں میں ایمان کو داخل کیا اور جو جو لوگ اس ایمان سے بہرہ مند ہوئے ان کی فکرو سوچ بدل گئی۔ یہ تبدیلی کیسے آئی؟ وہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا ایک بیٹا جو بدر کی جنگ تک ابھی مسلمان نہ ہوا تھا۔ بدر کا میدان ہے بیٹا تلوار ہاتھ میں لے کر والد کے خلاف لڑ رہا ہے (اور مسلمان ہوجانے کے بعد بیٹا عرض کرتا ہے) ابا جان! بدر کے دن جب میں کافر تھا اور آپ سے لڑ رہا تھا دو مرتبہ آپکی گردن میری تلوار کے نیچے آئی تھی اگر میں چاہتا تو ایک جھٹکے سے آپ کی گردن الگ کر دیتا مگر دونوں بار میں نے آپ کو باپ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ بات سنی تو جلال میں آگئے۔ فرمانے لگے بیٹے! تو نے دوبار مجھے باپ سمجھ کر چھوڑ دیا اس رب کی عزت کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تیری گردن ایک بار میری تلوار کے نیچے آجاتی خدا کی قسم! کبھی نہ چھوڑتا بلکہ تیرا سر قلم کر دیتا۔

فرق کیا تھا ادھر کفر تھا ادھر ایمان آگیا تھا۔ جو لوگ نظریہ کفر پر لڑ رہے تھے ان کے لئے باپ بیٹے کا خونی رشتہ مقدم تھا اور اپنا نظریہ موخر تھا اور جو ایمان کے لئے لڑ رہے تھے ان کے لئے ایمان اور کفر کے رشتے کی اہمیت مقدم تھی اور باپ بیٹے کے رشتے کی اہمیت ثانوی تھی۔ ان کے لئے اسلام کی خاطر، ایمان کی خاطر، بعثت محمدی ﷺ کی خاطر اپنے بیٹے تک کا سر قلم کر دینا ان مومنوں کے لئے آسان بن گیا تھا۔

اسی طرح روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو! لشکر اسلام کے لئے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ مال و دولت لے آؤ اور لشکر اسلام پر خرچ کرو۔ سیدنا صدیق اکبرؓ گھر جاتے ہیں اور سوئی دھاگے اور کپڑوں تک جو کچھ گھر میں میسر تھا لاکر آقا علیہ السلام کے قدموں پر نچھاور کر دیتے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے پوچھا:

اے ابوبکر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔ فرمایا: آقا علیہ السلام گھر میں جو کچھ تھا وہ تو آپ کے قدموں پر لٹا دیا ہے اور گھر والوں کے لئے اللہ اور اللہ کا رسول ہی کافی ہے۔
(جامع ترمذی، ابواب المناقب، ج ۵، ص ۶۱۴)

توجہ طلب بات یہ ہے کہ کہنا آسان ہے مگر عمل کرنا مشکل ہے۔ اب ہم میں سے کوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ تو نہیں بن سکتا مگر ان کے بتائے ہوئے راستے کو دیکھ تو سکتا ہے ان کے طرز حیات کا اندازہ تو کر سکتا ہے کہ گھر کا سارا کچھ لٹا دینا اور پلٹ کر پیچھے نہ دیکھنا کہ کیا چھوڑا ہے شام کے کھانے کے لئے بھی کچھ ہے یا پھر نہیں ہے۔ یہ قربانی دے دی۔ یہ قربانی ان کے لئے آسان کب بن گئی؟ جب ایمان اندر آ گیا اور آقائے دو جہاں ﷺ کی بعثت کی قدر آ گئی اور یہ بات سمجھ آ گئی کہ حضور ﷺ اس لئے دنیا میں آئے کہ ہماری زندگیوں میں یہ تبدیلی پیدا کر دیں اور ہم اس لئے ایمان پر لائے ہیں کہ اپنا تن من دھن، مال کا رشتہ، خون کا رشتہ، اولاد کا رشتہ، دنیا کا رشتہ، دنیا کی ہر محبت، ہر حرص، ہر لالچ، ہر رغبت، جب ایمان پکارے قربان کرنا آسان ہو جائے۔ یہ ذہنی، فکری اور قلبی تبدیلی تھی اس پختہ ایمان نے فکر کے پیمانے بدل دیئے تھے اور نوبت یہاں تک جا پہنچی۔

ایک رات جوان صحابی جس کی شادی ہوئی اور جوان صحابیہ جو دلہن ہے پہلی رات کی۔ دونوں آپس میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے اچانک مدینہ کی گلی سے آواز آئی جوانو! آقا علیہ السلام نے جہاد کے لئے طلب فرمالیا ہے۔ آ جاؤ۔ اس جوان صحابی نے جو دولہا تھا اپنی دلہن سے رخصت لے کر جانے لگا۔ دلہن نے پیچھے سے آواز دی اور پوچھا میرے سرتاج کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا اپنے سرتاج کی بارگاہ میں جا رہا ہوں۔ کہنے لگی آج کی رات گزار کر صبح چلے جانا قافلہ جہاد کے لئے صبح جائے گا۔ فرمانے لگے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ صبح تک زندہ بھی رہوں یا نہ رہوں گا۔ میں اپنے آقا کی بارگاہ میں لبیک کہنے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرنا چاہتا کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔ یہ فرما کر اٹھے اور چل پڑے اور فرمانے لگے دلہن اگر جہاد سے بچ کر واپس آ گیا تو زندگی کے چند دن اکٹھے گزار لیں گے اگر شہید ہو گیا تو حوض کوثر پر ملاقات ہوگی۔ یہ کیسے کہہ دیا کہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی؟ کیونکہ بن دیکھے ایمان لایا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

یومنون بالغیب. (البقرہ: ۳) ”(مومن وہ ہیں جو) غیب پر ایمان لاتے ہیں“۔

اس کے ایمان کی حالت دیکھیں کہ نہ ابھی مرے ہیں نہ دوبارہ جی کر اٹھے ہیں نہ قیامت بپا ہوئی ہے مگر کہہ رہے ہیں حوض کوثر پر ملاقات ہوگی جیسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوستو! جس شے پر ایمان لائیں اس پر یقین اتنا پختہ ہو جائے کہ آنکھوں دیکھی چیز پر شک ہو جائے مگر مصطفیٰ ﷺ کی بتائی ہوئی ان دیکھی چیز پر شک نہ ہو اور ایمان کا معنی یہ تھا کہ جب بن دیکھے مصطفیٰ ﷺ نے بتا دیا کہ لوگو! آخرت دنیا سے بہتر ہے، آخرت کا سودا دنیا کے سودے سے بہتر ہے، اللہ کا قرب دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہے، مولا کی جزا دنیا کی نعمتوں

سے بہتر ہے۔ جب آقا نے فرمادیا لوگو! دنیا کماتے رہو مگر اسے جمع کرنے سے اللہ کی راہ میں خرچ کردینا زیادہ بہتر ہے۔ ارے جان کو سنبھال سنبھال کر رکھنے والو! اس جان کو سنبھالنے سے اللہ کی راہ میں لٹادینا بہتر ہے۔ ارے دنیا کے حرص و لالچ میں مارے مارے پھرنے والو! حرص و لالچ کو لات ماردینا بہتر ہے۔ مولا کی طرف چل پڑنا اور اب دنیا کو دین پر قربان کردینا بہتر ہے۔ دنیا دکھائی دے رہی ہے آخرت اور دین کا مفاد دکھائی نہیں دے رہا۔ دنیا دست بدست سودا ہے۔ آخرت کا ادھار سودا ہے مگر ایمان یہ ہے کہ دست بدست سودا کردیا جائے اور مولا کا ادھار دیا ہوا سودا لے لیا جائے۔ یہ انقلاب آگیا تھا اس لئے انہوں نے نفس کی خواہشیں قربان کردیں، لذتیں قربان کردیں، دنیا کی راحتیں قربان کردیں، رشتے قربان کردیئے، کچھ بھی نہ رکھا بلکہ مولا نے جو مانگا وہی دے دیا۔ حضور ﷺ نے جس شے کو طلب کیا وہی دے دیا اور قربان جائیں وہ دن اور وہ رات یاد کرو جب احد کے میدان سے صحابہ پلٹے ہیں۔ (اس غزوہ میں 70 صحابیوں کو شہید کردیا گیا تھا اور جو بچ گئے ان کا سر سے پاؤں تک جسم لہولہان ہے اور تیر اور تلواروں کے ساتھ چھلنی ہے۔ اٹھنے کی سکت نہیں، پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ علاج نہیں ہوئے، زخموں سے خون رس رہے ہیں، مدینہ شہر میں رات کو پہنچے ہیں ابھی بستروں پر گرے ہیں۔ اٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ احد میں تلواریں کھا کھا کر آئے تھے ابھی صبح نہ ہوئی تھی اس حال میں اچانک آقا علیہ السلام کی آواز آئی اور منادی ہوئی! حضور ﷺ نے فرمایا لوگو! اٹھو اہل مکہ نے حملے کا پھر سوچا ہے۔ محمد (ﷺ) تمہیں قافلے کی صورت میں پھر لے جانا چاہتا ہے اپنی تلواریں اٹھالو اور میرے ساتھ چل پڑو۔ قربان جائیں اسی وقت کسی نے زخموں کو نہ دیکھا۔ جسم کا چھلنی چھلنی ہونا نہ دیکھا۔ اپنے زخم بھول گئے اور مصطفیٰ کی ندا پر لبیک کہہ کر چل پڑے۔ مولا کو ان کی اس قربانی کی آخری ادا اتنی پسند آئی کہ فرمایا: تم نے جو غلطی کی تھی اور احد کے میدان میں مورچے کو چھوڑا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اور میرے حبیب کے دندان شہید ہوئے تھے۔ میں تم سے بڑا ناراض تھا۔ تمہاری اتنی بڑی خطاء تھی شاید میں کبھی بھی معاف نہ کرتا مگر اے زخمی صحابیو! میں نے تمہاری ساری خطائیں معاف کردیں۔

اس طرح زندگیوں کے معیار اور رخ بدل گئے۔ دوستو! لب لباب یہ نکلا کہ جو پیغام حضور ﷺ لائے وہ پیغام قربانی کا پیغام ہے اور حق زندہ نہیں ہوسکتا جب تک قربانی نہ دی جائے۔ اگر قربانی دیئے بغیر حق کے زندہ ہونے کی کوئی صورت ہوتی تو آقا علیہ السلام وطن کی قربانی نہ دیتے، ہجرت نہ کرتے اور قربانی کے بغیر اگر کوئی صورت حق کے زندہ ہونے کی ہوتی تو امام حسینؓ اپنے وطن کو نہ چھوڑتے اور اپنے خانوادے حتی کہ اپنی گردن کی قربانی نہ دیتے اور یہ کربلا آباد نہ ہوتا۔ قربانی ہی ایک راستہ ہے حق کو زندہ کرنے کا۔ اس شب میلاد پاک کا پیغام یہ ہے کہ قربانی کے بغیر اسلام کبھی زندہ نہ ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ یہ قربانی اور جہاد مال میں، جان میں، عمل میں، نفس میں، علم میں ہوگا تب ہی حق زندہ ہوسکتا ہے اور اسلام کو سربلندی نصیب ہوسکتی ہے۔ اللہ رب العزت ہمارے حال پر لطف و کرم فرمائے اور آقا علیہ السلام کے نعلین پاک کے تصدق سے اپنے لطف و کرم کی خیرات سے نوازے۔ آمین

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب

فریال احمد

ماہ ربیع الاول جس کو ماہ کامل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس ماہ عظیم حضور سرور کونین ﷺ رحمت للعالمین، محبوب خدا، تاجدار کائنات، محسن انسانیت، معلم اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس فانی دنیا میں تشریف لائے۔ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ (التوبۃ:۱۲۸)

''بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک باعظمت رسول ﷺ تشریف لائے''۔

ربیع کے معانی بہار اور اول کے معانی پہلی۔ ربیع الاول مرکبِ اضافی ہے جس کا مطلب پہلے کی بہار ہے اور یہ موسم بہار کا ہوتا ہے۔ مزاج میں خوشگوار تازگی اور سکون و قرار کی فضا طمانیت سے بھرپور ہوتی ہے۔ نہ سردی، نہ گرمی، دل و دماغ معطر ہوتا ہے۔

قارئین محترم! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کائنات کو عدم سے وجود میں لانے سے پہلے کائنات کو جس بہار سے آشنا کیا گیا وہ بہار اول یعنی آپ ﷺ کا نور نبوت تھا اور اس نور نبوت کے ظہور کے لئے جس مہینے کا انتخاب کیا گیا وہ ماہ ربیع الاول ہے یعنی اس کائنات کی سب سے پہلی بہار ماہ ربیع الاول میں آئی۔

ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی روح اقدس حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بھی دو ہزار سال قبل اللہ کی بارگاہ میں نور کی شکل میں موجود تھی اور یہ نور مقدس اللہ جل شانہ کی تسبیح و تحلیل میں مصروف تھا اور فرشتے اس نور کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو یہ نور اقدس آپؑ کی پیشانی مبارک میں رکھا اور جب تک اللہ کو منظور تھا حضرت آدمؑ بہشت کے باغوں

میں اپنی بیوی حضرت حواؑ کے ساتھ موجود رہے۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام کو خود ارشاد مبارکہ ہے:

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِاللّٰہ.

''سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میں اللہ کا نور ہوں''۔

ماہ ربیع الاول امت مسلمہ کے لئے خوشیوں، نعمتوں، برکتوں کا عظیم تحفہ لے کر آتا ہے کیونکہ یہ وہ ماہ مبارک ہے جس میں پوری انسانیت کو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نجات دلانے کے لئے اللہ کے آخری رسول ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (الانبیاء:۱۰۷)

''محبوب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

آپ ﷺ کے مقدس اور بابرکت وجود نے اس کائنات کی تقدیر بدل کر رکھ دی اور جہالت میں لت پت انسانیت کو بلند وبالا مقام پر سرفراز فرمایا اور قیامت تک کے لئے ہر زمان اور مکان پر اپنی عظیم شخصیت کے پائندہ وتابندہ نقوش ثبت کردیئے۔

حضور نبی کریم ﷺ وہ نبی ہیں جن کی خاطر کائنات کو تشکیل دیا گیا، باغ کو سجایا گیا، پھر اس باغ کا نگہبان بنایا گیا، جن کی پیدائش کے دن برائی کے دیوتاؤں کو پاش پاش کردیا گیا، سسکتی انسانیت کو علم وفکر کے خزانے عطا کردیئے گئے، ختم نبوت کا تاج سر پر سجادیا گیا۔ جن کا نام نامی پیدائش سے پہلے ہی تجویز کردیا گیا۔ جن کو فتح ونصرت اور جنت کی چابیاں عطا کردی گئیں۔

آج اگر 12 ربیع الاول اور پیر کے دن کو عظمت حاصل ہے تو سنت مصطفیٰ ﷺ کے سبب سے ہے تو پھر کیوں نہ کہوں کہ آقا نامدار ﷺ قدرت کاملہ کا وہ عظیم شاہکار ہیں کہ جس مہینے، دن، شہر، قبیلے یا چیز کی نسبت آپ ﷺ سے ہوئی وہ سب سے اعلیٰ وممتاز ہوگیا۔ یہاں تک کہ خاک عرب کے جن ذروں کی نسبت آپ ﷺ کے قدموں سے ہوئی وہ ذرے بھی آفتاب ہوگئے۔

قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذروں کو ‏ ‏ ‏ ابھی تک چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں بن کر

قارئین کرام! سلسلہ نبوت ایک رابطہ تھا جو حضور ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تھا، اس لائن کے ایک

سرے پر چاہت اور دوسرے پر چاہنے والا تھا، ایک طرف تڑپ اور بے قراری تھی دوسری طرف سکون تھا یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے خود فرمادیا:

لولاک لما خلقت الافلاک کہ اے محبوب اگر ہم نے آپ کو نہ بنانا ہوتا تو ہم یہ خوبصورت کائنات کو تخلیق ہی نہ کرتے۔ بے شک اللہ سبحان تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لئے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو پیدا فرمایا۔ پھر اپنے نام کے ساتھ محبوب کا نام اتنے پیار سے جوڑا کہ لفظ محمد ﷺ سنتے ہی ہر نگاہ فرط تعظیم اور فرط ادب سے جھک جاتی ہے۔ ہر سر خم ہوجاتا ہے اور ہر زبان پر درود وسلام کے زمزمے جاری ہوجاتے ہیں۔

اسلام کے رکن اول یعنی شہادت توحید ورسالت کے دو حصے ہیں پہلا عقیدہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ اور دوسرا حصہ رسالت یعنی محمد رسول اللہ۔ یوں تو حضور نبی کریم ﷺ کے متعدد اسمائے گرامی ہیں اور محدثین کے مطابق اللہ رب العزت نے سرور کائنات ﷺ کو بھی ننانوے ناموں سے نوازا۔ ان میں سے ہر نام آپ ﷺ کی سیرت وکردار کے کسی نہ کسی انوکھے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ جس طرح اللہ رب العزت کے ہزاروں نام ہیں مگر ذاتی نام صرف ایک ہی ہے وہ ہے اللہ۔ اسی طرح سرور کائنات ﷺ کے بھی سینکڑوں نام ہونے کے باوجود ذاتی اور شخصی نام ایک ہی ہے اور وہ ہے محمد ﷺ۔ یوں تو آپ ﷺ نبی بھی ہیں اور رسول بھی، بشیر بھی نذیر بھی اور ہادی برحق بھی مگر نام محمد ﷺ کو آپ کی ذات اقدس سے جو تعلق ہے وہ کسی اور صفاتی نام کو نہیں۔ یہ وہ نام ہے جو قدرت کی طرف سے روز اول ہی سے آپ کے لئے خاص کردیا گیا۔ پھر احمد، حامد اور محمود اسمائے مبارکہ میں کثرت سے تعریف کی طرف اشارہ ہے۔ حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کی کثرت کے مظہر ہیں۔ کائنات حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کے رہ گئی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعریف کائنات کی ہر مخلوق جن وانس اور ملائکہ اور مقربین ہی نہیں کرتے بلکہ خود اللہ رب العزت بھی ہمہ وقت آپ ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

(الاحزاب، ۳۳: ۵۶)

''بے شک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِّ (مکرمّ ﷺ) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان

والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو‘‘۔

ہزاروں کروڑوں درود و سلام سرور انبیاء ﷺ پر جو باعث تخلیق کائنات ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا اہل ایمان کی طرف سے محبت و عقیدت کا اظہار ہے۔ اس سے نہ صرف روحانی رشتہ مضبوط ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں، برکتوں اور مغفرت کے حقدار بھی ہوجاتے ہیں۔

اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں بہت سارے احکامات نازل فرمائے ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسے اعمال صالحہ ہیں۔ اسی طرح بہت سارے انبیاءؑ کی تعریفیں بھی فرمائیں۔ ان کے اعزازات بھی فرمائے، حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو فرشتے کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ کیا جائے لیکن کسی حکم یا اعزاز میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔

یہ اعزاز صرف سید الکونین، فخرِ دو عالم حضور نبی کریم ﷺ ہی کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہ نے پہلے اپنی طرف سے پھر اپنے پاک فرشتوں کی طرف سے کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ وہ واحد مشترک عمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور مومنین کی شرکت ہے۔

خدا کا ذکر کرے، ذکر مصطفیٰ ﷺ نہ کرے ۔۔۔ ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں، خدا نہ کرے

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو ایسا بے مثال بنایا ہے کہ صورت اور سیرت کے تذکرے قرآن مجید میں جگہ جگہ ہو رہے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب نبی ہیں۔ اس لئے باری تعالیٰ نے انبیائے سابقین کے جملہ شمائل و خصائص، محامد و محاسن آپ ﷺ کی ذات اقدس میں اس طرح جمع فرمادیئے ہیں کہ آپ ﷺ افضلیت و اکملیت کا معیار آخر قرار پائے۔ اس لئے حسن و جمال کا معیار آخر بھی حضور نبی کریم ﷺ ہی کی ذات مبارکہ ہے۔ شاعر بارگاہ نبوت ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کے نعتیہ اشعار کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ سے زیادہ حسین چہرہ آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور حضور ﷺ سے زیادہ خوبصورت شخص کسی ماں نے نہیں جنا، آپ ﷺ ہر جسمانی اور روحانی عیب سے پاک پیدا کئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ایسے پیدا کئے گئے ہیں جس طرح آپ ﷺ خود چاہتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے مذکورہ اشعار میں حضور ﷺ کے ظاہری و باطنی محاسن کی طرف حسین عمدگی سے اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ محتاج تفصیل نہیں، اسی لئے تو قرآن

میرے مصطفیٰ ﷺ کی معجزہ نما آنکھوں سے متعلق فرماتا ہے۔ **ماذاغ البصر**، زبان کے بارے میں فرماتا ہے **الم نشرح لک صدرک**، چہرہ والضحیٰ، زلفیں والیل، کملی اوڑھ لیں تو قرآن فرماتا ہے: **یاایھا المدثر**، چادر اوڑھتے ہیں تو فرماتا ہے **یاایھا المزمل**. حضور ﷺ جہاد کے لئے نکلتے ہیں تو فرماتا ہے: **یا ایھا النبی جاھد الکفار** میدان تبلیغ میں آتے ہیں تو فرماتا ہے: **یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک** اور پھر اخلاق کے بارے میں فرماتا ہے: **انک لعلی خلق عظیم** سب کچھ کہنے کے بعد آخر میں یہ کہنا پڑتا ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مجھ سے تیری تعریف کا حق کیسے ادا ہو | صدیوں رہوں زندہ تو نہ تکمیل ثنا ہو

محترم قارئین! حضور نبی کریم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری سے مظلوم انسانیت کے لئے نجات کی نوید اور آزادی کا پیغام تھا۔ سب سے زیادہ فائدہ آپ کی بعثت کا خواتین کو ملا جو معاشرے کا سب سے مظلوم طبقہ تھیں، جنہیں نہ گھر کے اندر عزت حاصل تھی نہ معاشرے میں۔ آپ ﷺ نے عورت کو گھر اور باہر دونوں جگہ پر عزت بخشی۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو زبانی تعلیم ہی نہیں بخشی بلکہ عملی نمونہ بھی فراہم کیا، شرم و حیا عورت کا زیور اور مرد کی زینت ہے، پردے کا حکم دے کر حضور نبی کریم ﷺ نے مرد وعورت دونوں کو تباہی سے بچالیا ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا کیا وہ نہ صرف مسلمان خواتین بلکہ غیر مسلم خواتین کی عزت وآبرو کی پاسبانی بھی کریں۔

آپ ﷺ کی بعثت ایک مومن کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت وہ حسین ترین لمحہ تھا جس کی خوشی پوری کائنات میں منائی گئی۔ اس عطائے نعمت عظمیٰ پر اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے اور اس کے ساتھ دعا بھی ہے کہ وہ ہمیں آپ کی سنت پر چلنے والا اور آپ ﷺ کی اتباع کرنے والا بنادے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس بار عید میلاد کی خوشیاں مناتے ہوئے وطن عزیز پاکستان پر اپنے خاص فضل وکرم اور رحمت سے اس کے مصائب، آلام اور پریشانیوں کو ختم فرمادے۔ اُسے ترقی وخوشحالی عطا فرمائے۔ اس کی بقا اور سلامتی کی حفاظت فرمائے۔ امن وسکون کے ساتھ آپس میں اتحاد ومحبت کی فضا پیدا کردے اور ہر طرح کے خلفشار سے پاک کردے۔ آمین

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب | گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
علم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ | ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

تحریک میں نئے اور پرانے چہروں کی ضرورت

مگر کیسے؟

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

کوئی بھی تحریک ہو، وہ کارکنوں کے بغیر کچھ نہیں، تحریک کا نام کارکن ہیں اور کارکنوں کا نام، تحریک ہے۔ کارکنوں کا تحریک سے تعلق ایسے ہی ہے جیسے انسانی جسم میں خون کا ہے، خون رواں دواں رہے تو انسانی زندگی قائم رہتی ہے۔ خون رک جائے تو انسانی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

تحریک، فعال کارکن کا نام ہے

اسی طرح کارکن تحریک میں خون کی طرح ہر مختلف عہدوں اور ذمہ داریوں پر ہر وقت آتے جاتے رہیں اور ہر وقت ظاہر ہوتے رہیں اور ہر لمحہ رواں دواں رہیں، ہر کال پر لبیک کہتے رہیں، سرتا پاؤں خون کی طرح یہ پوری تحریک میں نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے تک مختلف ذمہ داریوں اور عہدوں پر آتے رہیں تو تحریک، تحریک ہے، اگر نیچے سے چل کر سینے اور دل تک پہنچیں اور اس سے تنظیمی دماغ تک اوپر پہنچنا ان کے لئے منع ہوجائے تو تحریک اپنی موثریت کھونے لگتی ہے اور رفتہ رفتہ اپنی مقبولیت سے ہاتھ دھونے لگتی ہے اور اس کی دلی پذیرائی میں کمی آنے لگتی ہے، یوں کارکن تحریک کے حقیقی دل قائد کی قربت تک پہنچتا ہے لیکن اپنی صلاحیت و قابلیت کی بناء پر اوپر غیر اعلانیہ ''بندش'' کی بناء پر تنظیمی عہدہ تک پہنچ نہیں پاتا اور یوں تحریک کا بالائی عہدہ اور اوپر کا تنظیمی منصب چند کارکنوں کے نام ہوجاتا ہے۔

تنظیم میں عہدے کی اجارہ داری کا قیام

یوں وہ آہستہ آہستہ اسے عہدے پر طوالت اور اجارہ داری حاصل کرلیتے ہیں اور اس بناء پر اب اوپر کے تنظیمی دماغ و عہدہ تک پہنچنا عام کارکنوں کے لئے مشکل ہوجاتا ہے، اب اجارہ دار عہدیدار اس کے مختلف عذر تراشتا ہے۔ بسا اوقات ناتجربہ کاری کا طعنہ دیا جاتا ہے اور کبھی باصلاحیت افراد کے معدوم ہونے کا رونا رویا جاتا ہے اور کبھی افراد کے نہ ملنے کا بہانہ بنایا جاتا ہے اور کبھی افراد تو ہیں مگر ان کے پاس وقت کے نہ ہونے کا افسانہ گھڑا جاتا ہے اور کبھی کوئی اس تنظیمی دماغ و عہدے تک آجاتا ہے تو پھر اپنی مرضی وخوشی سے جاتا ہی نہیں اور اس

کی ساری تنظیمی کاوشوں کا اپنی تنظیمی ذمہ داریوں کے دوران مرکزی نکتہ یہ ہوتا ہے کہ میرا تنظیمی جال ایسے پھیلے کوئی مجھے اس کی مرکزیت سے دور نہ کر سکے اور ہر جگہ سے مخصوص افراد کی رائے میں ''میرا میرا''، ''میں میں'' اور ''میں ہوں میں ہوں'' حتی کہ اس عہدے کی ''جان''، ''میں ہوں'' اور اس عہدے کی پہچان ''میں ہوں'' اور ہر کوئی بولے تو فقط میرا ہی نام بولے اور ہر بار جو بھی طریق انتخاب ہو فقط میرا ہی انتخاب ہو۔

پرانے چہروں کو تاریخی چہرہ بنایا جائے

ایسی سوچ کے حامل پرانے چہرے، ہر سطح پر خواہ وہ ٹاؤن کی تنظیم میں ہوں، یا تحصیل کی تنظیم میں ہوں۔ ضلع کی تنظیم میں ہوں یا صوبے کی تنظیم میں ہوں۔ حتی مرکز کی، مرکزی تنظیم میں ہوں۔ یہ اس قابل ہیں کہ ان کو اب تحریک کا موجودہ اور عصری نہیں بلکہ تاریخی چہرہ بنادیا جائے۔ ان کے تاریخی چہرے سے جو کہ اب پرانا چہرہ ہو چکا ہے۔ اس تحریک کے نئے چہرے کو ان کے تجربات سے مستفید کرایا جائے مگر اس صورت میں کہ یہ Exective Seat پر نہ ہوں بلکہ Advisory Seat پر ہوں۔ ان کی حیثیت روزانہ کی عملی اور معمولاتی نہ ہو بلکہ مشاورتی ہو۔

بلاشبہ یہ تحریک کا اثاثہ تو ہیں، تحریک نے ان کو ایک عرصے تک اپنی پہچان دی ہے۔ یہ تحریک کی پہچان میں ڈھلے ہیں، بس جس قدر یہ تحریک میں آئے ہیں اور جتنی تحریک ان میں آئی ہے اور جتنا ان کے قول وعمل سے فکر قائد، ظاہر ہوئی ہے اور ہو رہی ہے اس سے ضرور استفادہ کیا جائے۔ اس لئے کہ تجربے کا کوئی نعم البدل نہیں۔ نئے چہرے وہاں سے اپنا سفر شروع کریں جہاں سے پرانے چہرے والوں نے سفر ختم کیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نئے چہرے والے پھر سے واپس پلٹ کر اپنے تجربات کے ذریعے یہاں تک پہنچیں تو پھر ان کی بھی رخصتی کا وقت آجائے۔ اس صورت حال میں چہرے تو بدلتے رہیں گے مگر تحریک ایک ہی جگہ کھڑی رہے گی۔

تنظیمی عہدے کی مدت دو سال ہو

اس لئے نئے چہرے پرانے چہروں سے مشاورت ضرور کریں۔ ان کے تجربات سے فائدہ لازمی اٹھائیں، جو تجربات ہو چکے ہیں ان سے آگے بڑھیں ان کا آگے بڑھنا ہی تحریک کا آگے بڑھنا ہوگا۔ تحریک کا تنظیمی عہدیدار کا دستور یہ ہو کہ دو سال کے لئے منتخب ہو یا مزید اور دو سال کے لئے منتخب ہو مسلسل چار سال کے بعد کسی کو تنظیمی عہدے پر نہ رہنے دیا جائے۔ اس کے بعد وہ کسی اور ذمہ داری کا انتخاب کر کے اس سے تنظیم کو ترقی ملے گی وگرنہ تنظیم اجارہ داری کا شکار ہوگی جس کا نتیجہ تباہی ہے ترقی ہرگز نہیں۔

تنظیمی عہدہ ملازمت نہیں

پرانے تحریکی چہرے یہ بات ذہن نشین کریں کہ تحریک میں ہر شعبہ ملازمت ہو سکتا ہے مگر تنظیمی شعبہ ملازمت نہیں۔ اس شعبے میں جس قدر نئے افراد آتے رہیں گے تحریک آگے بڑھے گی مگر اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب

نہیں کہ پرانے چہروں کو بالکل رخصت کردیا جائے بلکہ ان میں سے معتدل اور صائب سوچ رکھنے والے چہروں کو مشاورتی عمل میں شریک کیا جائے۔ ان کو عزت و تکریم دی جائے، ان کو عضو معطل نہ بنایا جائے ان کو تحریک سے لاتعلق نہ کیا جائے۔ حتی کہ ان کو کسی نہ کسی دوسرے شعبے میں منتقل کیا جائے ان کے دیرینہ تحریکی تعلق اور ملازمت کی حفاظت بھی ہو اور تحریک میں ان کی خدمت کے احساس کا پاس اور عزت بھی ہو۔ میری دانست میں ایک بات مسلمہ ہونی چاہئے ان پرانے چہروں کو ضائع نہ کیا جائے سوائے اس کے جو خود ضائع ہونے کے لئے آمادہ ہو۔

تحریکی کارکن انمول ہے

اس لئے تحریک کا سب سے بڑا اثاثہ، کارکن ہیں۔ تحریک کے بقیہ سارے اثاثے، شاندار عمارات، عمدہ دفاتر، عالیشان ادارے، سنٹرز، سب بعد میں ہیں۔ یہ سب چیزیں لاکھوں، کروڑوں اور اربوں کی کیوں نہ ہوں مگر تحریکی کارکن انمول ہے۔ ہر چیز کی قیمت ہوسکتی ہے تحریکی کارکن، قیمت کے تصور سے ہی بالا ہے بلکہ کارکن کے لئے قیمت کا لفظ ہی قابل توہین ہے۔ اس لئے یہ تحریک کا انمول اثاثہ ہے اسے قائد نے اپنے فکرونظریے سے پالا ہے۔ اس کے فکروعمل کو اپنے خون جگر سے سینچا ہے۔ اس کو اپنی زبان دی ہے، اس کو اپنا دل دیا ہے، اس کو اپنی سوچ دی ہے اور اس کو اپنا قول اور عمل دیا ہے اور اس کو اپنی سیرت و کردار دیا ہے۔ تحریک کے سارے ادارے قائد ہی کی تعمیر ہیں مگر عظیم قائد نے سب سے زیادہ وقت اپنے کارکن کی تعمیر پر صرف کیا ہے۔ اس لئے تحریک کی تعمیرات میں، تحریک کے اداروں میں، تحریک کے شعبوں میں، تحریک کے دفتروں میں، سب سے قیمتی چیز کارکن ہے۔

تحریکی کارکن سب سے زیادہ مستحق عزت ہے

اس لئے پوری تحریک میں سب سے زیادہ عزت ایک کارکن کی ہونی چاہئے جو عہدیدار خواہ وہ کسی بھی سطح کا ہو حتی کہ مرکز کا ناظم اعلیٰ یا امیر تحریک ہو اگر کارکن کی عزت نہیں کرتا تو وہ اخلاقی طور پر اس عہدے پر رہنے کا مجاز نہیں۔ اس لئے کارکنوں کو عزت دینا خود قائد کو عزت دینا ہے، کارکنوں کی فلاح کا سوچنا اور انہیں ہر طرح کی آسائش دینا اور ان کی ہر طرح سے خیرخواہی کرنا تحریک میں نئی جان ڈالنا ہے۔ اس لئے تحریک کارکنوں کے بغیر نہیں اور کارکن تحریک کے بغیر نہیں۔

قائد تحریک کی روح ہے

پھر یہ دونوں تحریک اور کارکن مل کر بھی کچھ نہیں اگر ان کے پاس عظیم قائد نہیں، تحریک میں قائد کی حیثیت اس طرح ہے جیسے پورے جسم میں دل کو ہے اور دماغ کو ہے قائد تحریک فیصلہ کن دماغ ہے اور تحریک میں خیرات و حسنات کا سرچشمہ و منبع دل کا مقام رکھتا ہے۔ باری تعالیٰ حضور غوث الاعظم کے اس فیض کو جو کہ بصورت حضور شیخ الاسلام جاری و ساری ہے۔ باری تعالیٰ اس فیض کو دوام عطا فرمائے اور ہمارے عظیم قائد کو صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ آمین

حضرت رابعہ بصریؒ

قیامت تک خواتین کیلئے مشعلِ راہ

نازیہ عبدالستار

حضرت رابعہ بصریؒ آدھی قلندر تھیں۔ وہ اپنے والدین کے ہاں پیدا ہونے والی چوتھی بیٹی تھیں اس لئے ان کا نام رابعہ رکھا گیا اور بصرہ شہر میں متولد ہوئیں اس لئے بصری کہلائیں۔ آپ بہت زیادہ عابدہ، زاہدہ، صابرہ شاکرہ اور کشف و کرامت والی تھیں۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ آپ کی مجلس میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ حضرت رابعہؒ کی زندگی خواتین کے لئے مشعل راہ ہے جس پر چل کر وہ نہ صرف دنیا بلکہ اپنی عاقبت بھی سنوار سکتی ہیں۔ آپ ایک متقی اور متوکل بزرگ حضرت شیخ اسماعیلؒ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ آپ کی ولادت کے وقت گھر میں فاقوں کی نوبت تھی۔ لہذا آپ کی والدہ نے شیخ اسماعیل سے کہا کہ کچھ پڑوس سے قرض لے لیں تاکہ یہ مشکل وقت گزر جائے۔ آپ کے والد محترم نے مجبوری کے عالم میں آدھی رات کو پڑوسی کے دروازے پر دستک دی کیونکہ غیر اللہ سے سوال کرنا ان کی غیرت ایمانی کو گوارہ نہ تھا۔ پڑوسی نیند میں تھا اس نے دروازہ کھٹکھنے کی نہ آواز سنی، نہ دروازہ کھولا۔ پس آپ خالی ہاتھ واپس لوٹے تو آپ کی والدہ بہت پریشان ہوئیں۔ شیخ صاحب پریشانی کے عالم میں سوگئے۔ خواب میں سرکار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے۔ بیٹی کی ولادت پر مبارک باد دی اور فرمایا اسماعیل پریشان نہ ہو تیری یہ بچی عارفہ کامل ہوگی۔ اگر مالی پریشانی ہے تو صبح حاکم بصرہ عیسیٰ زردان کے پاس جانا۔ میری طرف سے ایک خط لکھ لینا کہ تم مجھ پر ہر روز سو مرتبہ اور ہر جمعرات کو چار سو مرتبہ درود بھیجتے ہو۔ اس جمعرات کو تحفہ دینا بھول گئے۔ اس لئے چار سو دینار بطور کفارہ خط دینے والے کو دے دو۔

صبح جب شیخ صاحب خط لے کر حاکم بصرہ عیسیٰ کے پاس گئے تو اس نے نہایت مودبانہ انداز میں شیخ صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ آپ کی وجہ سے حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا۔ اسی خوشی میں ایک ہزار دینار غرباء میں تقسیم کئے اور چار سو دینار شیخ صاحب کو دیئے۔

جب حضرت رابعہ بصریؒ پانچ سال کی ہوئیں تو والدین کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ آٹھ برس کی عمر میں بصرہ سخت قحط کا شکار ہوگیا اور کسی شقی القلب نے پکڑ کر آپؒ کو بصرہ کے متمول شخص عتیق کے ہاتھوں بیچ دیا۔ آپ کا حاکم بہت

ظالم تھا جس کی وجہ سے حضرت رابعہ بصریؒ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے ہر دکھ کو صبر و استقامت سے برداشت کیا۔ ایک رات چھوٹے سے کمرے میں مٹی کے دیئے کی روشنی میں ایک خوبصورت بالغ لڑکی بارگاہ ایزدی میں نہایت خشوع وخضوع سے محو ذکر وفکر تھی کہ اس کے آقا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے کمرے میں روشنی دیکھی تو اٹھ کر ایک چھوٹے سے سوراخ سے اندر جھانکنے لگا۔ اس وقت وہ لڑکی جس کا نام رابعہ تھا نہایت عجز وانکساری سے کہہ رہی تھی۔

اے احکم الحاکمین! میں یتیم و مبتلائے ومصیبت ہوں، غلامی کی زنجیروں نے مجھے جکڑ رکھا ہے۔ دکھ درد اور جور وستم برداشت کررہی ہوں لیکن اس کے باوجود صبر میرا منشاء ومقصود تیری رضا جوئی ہے۔ اے رب العزت میں قلب و روح سے تیری اطاعت کی تمنائی ہوں۔ مجھے رات کو سکون تیری عبادت سے میسر آتا ہے مگر بے بس و لاچار ہوں۔ میں ایک لمحہ بھی تیرے ذکر سے نہ ہٹتی مگر تم نے مجھے ایک پتھر دل انسان کے ہاتھوں میں سونپ رکھا ہے۔

اس کے آقا نے جب یہ الفاظ سنے تو لرزہ براندام ہوکر تڑپ اٹھا۔ اس نے دوبارہ روزن سے اندر کی جانب جھانکا تو یوں محسوس ہوا جیسے رابعہ کے سر پر کوئی نورانی چراغ روشن ہو جس سے سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہو۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو رابعہ اٹھ کھڑی ہوئی آقا نے دلگیر آواز میں کہا۔ رابعہ میں اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہوں۔ اب سے تو آزاد ہے دل چاہے تو میرے پاس رہ سکتی ہو اور اگر کہیں جانا چاہتی ہو تو مالک ومختار ہو۔

حضرت رابعہ کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فریاد سن لی۔ تاجر عتیق کی غلامی سے آزاد ہونے کے بعد سیدہ رابعہ بصرہ سے ایک بڑے علمی مرکز کوفہ چلی گئیں جہاں اس وقت کے بڑے بڑے علماء موجود رہتے تھے۔ وہاں آپ نے قرآن حفظ کیا۔ اسرار فقہ و حدیث وتفسیر کو خوب سمجھا بہت سی احادیث مبارکہ ازبر کیں کیونکہ ان دنوں حفظ و حدیث کی بنیاد تعلیم وتعلم تھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد وہ دل وجان سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئیں۔ جب وہ سوتیں تو تھوڑی ہی دیر بعد بڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی تھیں۔ آنسو آنکھوں سے بہنے لگتے، نفس کو ملامت کرنے لگتیں کہ وہ اتنی دیر اپنے رب ودود سے کیوں غافل رہی۔ بعد از نماز عشاء چھت پر جاکر ہاتھ پھیلا کر کہتیں:

اے پروردگار مہ ونجوم روشن ہوگئے، تیری مخلوق بستروں پر دراز ہے، امراء اور بادشاہوں نے اپنے دروازے قفل کرلئے ہیں۔ ہر دوست اپنے دوست سے محو خلوت ہے اور میں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔

تمام رات عبادت میں مصروف رہتیں بوقت فجر قرآن مجید کی تلاوت کرتیں اور دن چڑھنے تک مناجات کرتی رہتیں پھر کہتیں۔ میرے اللہ رات بیت گئی، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے میری صلوۃ قبول فرمالی ہے تیری عزت کی قسم میرا یہی طریقہ رہے گا جب تک تو مجھے جواب نہ دے گا۔ اگر تو مجھے اپنے در سے دھتکار بھی دے گا تو میں نہ ہٹوں گی کیونکہ میرا دل تیری محبت میں گھر گیا ہے۔

اللہ کے عشق ومحبت نے اسے دنیا کی ہر چیز سے بے رغبت کردیا تھا۔ وہ تھوڑی سی غذا اور تن ڈھانپنے

کے کپڑوں پر قناعت کرتی تھیں۔ اپنی جوانی رضائے الٰہی کے لئے وقف کردی۔ حضرت رابعہ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میرا منشاء ثواب حاصل کرنا نہیں میں ہادی برحق محبوب الٰہی ﷺ کو خوش کرنے کے لئے ایسا کرتی ہوں تاکہ وہ دوسرے انبیاء سے فرماسکیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رضائے محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت رابعہ بصری کا مقصود تھا اور روز جزاء ملاقات کی متمنی تھیں۔ اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں جنت کے لئے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی وجہ سے کرتی ہوں۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے جب زاہدانہ زندگی کی ابتداء کی تھی تو اس وقت اور بعد میں بھی شادی کے پیغامات آتے رہے لیکن آپ نے انکار کردیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالواحد بن زید نے جو علم تصوف میں حضرت رابعہ کا ہم پلہ تھے شادی کا پیغام دیا تو آپ نے اسے عرصے تک اپنے گھر نہیں آنے دیا۔ کسی نے شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ جو مجھے تین باتوں سے چھڑا دے تو میں اس سے شادی کرلوں گی۔ استفسار پر فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ کیا میں اپنا ایمان سلامت لے جاؤں گی، دوسری بات کہ کیا قیامت کے دن مجھے میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسری بات یہ ہے کہ جب روز حشر داہنے ہاتھ والے بطرف جنت اور بائیں ہاتھ والے بجانب جہنم جائیں گے تو میں کن لوگوں میں شامل ہوں گی۔ پوچھنے والے نے کہا کہ اس کا علم تو صرف باری تعالیٰ کو ہے تو حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا:

بس یہی بات ہے اور مجھے ان باتوں کی فکر ہے لہذا میں اپنے شوہر کے لئے کیونکر وقت نکال سکتی ہوں۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے ایمان و استقلال کی جو کیفیت تھی اس کو ایک تحریر میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ایک دفعہ آپؒ دوران نماز سو گئیں اتنے میں ایک چور آ گیا اور چادر اٹھا کر چل دیا مگر اسے دروازہ نظر نہ آیا اس نے گھبرا کر چادر رکھ دی تو دروازہ نظر آ گیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا چور کو آواز آئی اب بھی تو باز نہ آیا تو دائمی اندھے ہو جاؤ گے۔ اس گھر کی مالکہ ہماری دوست ہے، اس نے اپنے آپ کو ہماری حفاظت میں دے رکھا ہے۔ ایک دوست سو رہا ہے تو دوسرا جاگ رہا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے قرآن مجید کو اپنی زندگی میں عملاً نافذ کیا۔ ایک بار آپ کے ہاں پانچ درویش حاضر ہوئے اتفاق سے وہ کھانے کا وقت تھا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنی خادمہ کو الگ بلا کر پوچھا:

مہمانوں کی تواضع کے لئے گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ خادمہ نے بتایا کہ صرف ایک روٹی موجود ہے۔ حضرت رابعہ نے فرمایا کہ ایک روٹی سے کیا ہوگا؟ مہمانوں کے حصے میں ایک ایک ٹکڑا ہی آئے گا۔ یہ کہہ کر آپ مہمان درویش کے پاس تشریف لے آئیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک سوالی نے در پر صدا دی۔ حضرت رابعہ بصری نے فرمایا کہ وہ روٹی اس ضرورت مند کو دے دو جو دروازے کے باہر کھڑا ہے۔ خادمہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت رابعہ بصری مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو ہو گئیں کچھ دیر بعد خادمہ حاضر ہوئی

اور اس نے عرض کیا: ایک شخص کھانا لے کر آیا ہے۔ ''کتنی روٹیاں''؟ حضرت رابعہ بصری نے خادمہ سے پوچھا:

جب خادمہ نے بتایا کہ دو روٹیاں تو آپ نے فرمایا کہ اسے واپس کردو وہ شخص غلطی سے ہمارے گھر آ گیا ہے اور وہ کھانا ہمارا نہیں۔ خادمہ نے روٹیاں واپس کردیں۔ تھوڑی دیر بعد خادمہ نے اطلاع دی کہ ایک اور شخص کھانا لے کر آیا ہے حضرت رابعہ بصری نے روٹیوں کی تعداد پوچھی تو آپ کو بتایا گیا کہ پانچ روٹیاں ہیں۔

حضرت رابعہ بصری نے جواباً فرمایا اس بار بھی کھانا لانے والے سے غلطی ہوگئی۔ اس سے کہہ دو کہ وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ پھر تیسری بار ایک شخص اور کھانا لے کر آیا پھر جب خادمہ نے آپ کو بتایا کہ گیارہ روٹیاں ہیں تو حضرت رابعہ نے مسرت کے لہجے میں فرمایا ہاں یہ کھانا ہمارا ہی ہے اسے قبول کرلو۔ خادمہ نے کھانا لاکر درویش مہمانوں کے سامنے سجادیا۔ پھر جب درویش کھانا کھاچکے تو ایک مہمان نے عرض کیا کہ تین مختلف اشخاص کھانا لے کر آئے دو افراد کو آپ نے واپس کردیا مگر تیسرے شخص کے لائے ہوئے کھانے کو قبول فرمالیا۔ آخر یہ کیا راز ہے۔ حضرت رابعہ نے درویش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک کے بدلے دس اور آخرت میں ستر دوں گا۔ اس حساب کتاب کی بنیاد پر میں نے دو آدمیوں کو واپس لوٹا دیا اور ایک شخص کا کھانا قبول کرلیا۔ میں نے اللہ کی راہ میں سوالی کو ایک روٹی دے کر رزاق عالم سے سودا کیا تھا۔ پھر ایک شخص دو روٹیاں اور دوسرا پانچ روٹیاں لے کر آیا میں نے جان لیا کہ یہ حساب درست نہیں ہے۔ تیسرا شخص گیارہ روٹیاں لے کر آیا تو میں نے کسی تردد کے بغیر انہیں قبول کرلیا کہ یہ عین حساب کے مطابق ہے اور دینے والے کی شان رزاقی کو ظاہر کررہا تھا۔ دس روٹیاں میری ایک روٹی کے بدلے میں تھیں اور جو روٹی میں نے سوالی کو دی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ بھی واپس کردی تھی۔

حضرت رابعہؒ کی صبر و قناعت اور توکل کی شان دیکھ کر تمام درویش حیرت زدہ ہوگئے۔ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کو ایک سوئی، ایک بال اور ایک موم کا ٹکڑا بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ موم کی طرح جہاں کو روشن کرو اور خود کو جلاؤ، سوئی کی طرح ہمیشہ اپنی جگہ پر رہو اور کام کرتے جاؤ اور پھر بال کی طرح سیدھے رہو تاکہ تمہارے سب کام درست ہوں۔ حضرت رابعہ فرماتی ہیں: عورت وہ ہے جو خدا سے دل طلب کرے اور جب دل مل جائے تو دل کو اسے واپس کردے تاکہ وہ اس کی حفاظت کرے۔

ایک مرتبہ کچھ بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے پوچھا کہ تم اللہ کی عبادات کس غرض سے کرتے ہو ایک نے کہا آتش دوزخ کے خوف سے دوسرے نے کہا جنت کے لئے آپ نے فرمایا یہ خوف وطمع کی عبادت تو بہت بری ہے۔ پوچھا پھر آپ کس لئے عبادت کرتی ہیں کیا آپ کو کوئی طمع نہیں ہے؟ فرمایا: پہلے ہمسائے کی تلاش کرو پھر گھر کی تلاش ہونی چاہئے۔ اس لئے جنت و دوزخ کا عدم وجود برابر ہے۔ اگر جنت و دوزخ نہ ہوتیں تو اس کی عبادت ہی نہ کی جاتی کتنا ہی اچھا ہو کہ اس کی عبادت اسی کے لئے کی جائے۔ سب

خاموش ہوگئے۔ آپ ایک مردِ کامل کی سی عقل رکھتی تھیں۔ دقیق مسئلہ بھی آسانی سے حل کر دیا کرتی تھیں۔ آپ کی محفلوں میں بڑے بڑے بزرگ تشریف لایا کرتے تھے جن میں حضرت سفیان ثوری، حضرت مالک بن دینار، حضرت صالح، حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔ ایک مرتبہ جب رغبت دنیا پر گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت رابعہ بصریؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ سے فرمایا:

تم بہتر صوفی ہوتے اگر دنیا کی محبت نہ ہوتی۔ حضرت سفیان نے پوچھا: آپ نے کس چیز میں رغبت دیکھی ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ تم باتیں بہت کرتے ہو۔ اس سے حضرت رابعہؒ کی مراد یہ تھی کہ دنیا کی باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جو عام لوگ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی علالت کی خبر پا کر حضرت سفیان ثوری آپؒ کی عیادت کے لئے گئے۔ آپ کی اتنی ہیبت تھی کہ آپ خاموش رہے اور زبان سے کچھ نہ نکلا۔ آخر آپ کے فرمانے پر سفیان ثوریؒ نے کہا آپ اپنی صحت کے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا کہ جانتے ہو کہ علالت اس کے حکم کے بغیر ممکن نہیں اور پھر ایسا کہتے ہو میں اس کی مرضی کے خلاف اس سے کیوں درخواست کرسکتی ہوں کہ دوست کی مرضی کے خلاف کرنا درست نہیں۔ پوچھا کس چیز کی خواہش ہے فرمایا: بارہ برس سے تر کی خرمے کھانے کو دل چاہتا ہے جو بہت ارزاں فروخت ہوتے ہیں لیکن میں نے نہیں کھائے کہ کنیز ہوں اور کنیز کی کوئی آرزو نہیں ہوسکتی۔ دراصل سچا عاشق تو محبوب کی مرضی میں ہی اپنی خوشی تلاش کرتا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک سے زائد حج کئے لیکن ان کا زمانہ متعین کرنا دشوار ہے کیونکہ اس ضمن میں تاریخ خاموش ہے۔ وصال سے قبل آپ پر نقاہت و ناتوانی غالب آگئی ہر وقت گریہ کا عالم طاری رہتا تھا اور دعا کرتی تھیں کہ جو مرض مجھے لاحق ہے اس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں اس لئے مجھے موت دے دے۔ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھیں۔ گوشہ تنہائی میں ذکر الٰہی میں مصروف رہتی تھیں۔ ایک چھوٹے سے بانس پر اپنا کفن لٹکا رکھا تھا۔ آخری ایام میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا جب موت قریب آگئی تو خادمہ سے کہا کہ میری وفات کا علم عام نہ ہو۔ بالوں کا جبہ جو میں پہنتی تھی اور سامنے لٹکا ہوا ہے اسی کا کفن دیا جائے اور سر کو سیاہ چادر سے ڈھانپ دیا جائے اور جب آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز ہوئی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں چنانچہ تجہیز و تکفین کے بعد عاشقہ صادقہ کو بصرہ میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ معرفت الٰہیہ کے دروازے مرد و عورت سب کے لئے کھلے ہیں۔ اس کی راہ پر حضور نبی اکرم ﷺ کے فرامین کی روشنی میں چلنا ہمارا کام ہے۔ باقی فضل و کرم کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ سجدوں کو شرف قبولیت بخشے۔

کے کپڑوں پر قناعت کرتی تھیں۔ اپنی جوانی رضائے الٰہی کے لئے وقف کردی۔ حضرت رابعہ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میرا منشاء ثواب حاصل کرنا نہیں میں ہادی برحق محبوب الٰہی ﷺ کو خوش کرنے کے لئے ایسا کرتی ہوں تا کہ وہ دوسرے انبیاء سے فرما سکیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ رضائے محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت رابعہ بصری کا مقصود تھا اور روز جزاء ملاقات کی متمنی تھیں۔ اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں جنت کے لئے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی وجہ سے کرتی ہوں۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے جب زاہدانہ زندگی کی ابتداء کی تھی تو اس وقت اور بعد میں بھی شادی کے پیغامات آتے رہے لیکن آپ نے انکار کردیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالواحد بن زید نے جو علم تصوف میں حضرت رابعہ کا ہم پلہ تھے شادی کا پیغام دیا تو آپ نے اسے عرصے تک اپنے گھر نہیں آنے دیا۔ کسی نے شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ جو مجھے تین باتوں سے چھڑا دے تو میں اس سے شادی کرلوں گی۔ استفسار پر فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ کیا میں اپنا ایمان سلامت لے جاؤں گی، دوسری بات کہ کیا قیامت کے دن مجھے میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسری بات یہ ہے کہ جب روز حشر داہنے ہاتھ والے بطرف جنت اور بائیں ہاتھ والے بجانب جہنم جائیں گے تو میں کن لوگوں میں شامل ہوں گی۔ پوچھنے والے نے کہا کہ اس کا علم تو صرف باری تعالیٰ کو ہے تو حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا:

بس یہی بات ہے اور مجھے ان باتوں کی فکر ہے لہذا میں اپنے شوہر کے لئے کیونکر وقت نکال سکتی ہوں۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے ایمان و استقلال کی جو کیفیت تھی اس کو ایک تحریر میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ایک دفعہ آپؒ دوران نماز سوگئیں اتنے میں ایک چور آ گیا اور چادر اٹھا کر چل دیا مگر اسے دروازہ نظر نہ آیا اس نے گھبرا کر چادر رکھ دی تو دروازہ نظر آ گیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا چور کو آواز آئی اب بھی تو باز نہ آیا تو دائمی اندھے ہوجاؤ گے۔ اس گھر کی مالکہ ہماری دوست ہے، اس نے اپنے آپ کو ہماری حفاظت میں دے رکھا ہے۔ ایک دوست سو رہا ہے تو دوسرا جاگ رہا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے قرآن مجید کو اپنی زندگی میں عملاً نافذ کیا۔ ایک بار آپ کے ہاں پانچ درویش حاضر ہوئے اتفاق سے وہ کھانے کا وقت تھا۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے اپنی خادمہ کو الگ بلا کر پوچھا:

مہمانوں کی تواضع کے لئے گھر میں کچھ کھانے کو ہے۔ خادمہ نے بتایا کہ صرف ایک روٹی موجود ہے۔

حضرت رابعہ نے فرمایا کہ ایک روٹی سے کیا ہوگا؟ مہمانوں کے حصے میں ایک ایک ٹکڑا ہی آئے گا۔ یہ کہہ کر آپ مہمان درویش کے پاس تشریف لے آئیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک سوالی نے در پر صدا دی۔ حضرت رابعہ بصری نے فرمایا کہ وہ روٹی اس ضرورت مند کو دے دو جو دروازے کے باہر کھڑا ہے۔ خادمہ نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور حضرت رابعہ بصری مہمانوں کے ساتھ مصروف گفتگو ہوگئیں کچھ دیر بعد خادمہ حاضر ہوئی

اور اس نے عرض کیا: ایک شخص کھانا لے کر آیا ہے۔ ''کتنی روٹیاں''؟ حضرت رابعہ بصری نے خادمہ سے پوچھا:
جب خادمہ نے بتایا کہ دو روٹیاں تو آپ نے فرمایا کہ اسے واپس کر دو وہ شخص غلطی سے ہمارے گھر آ گیا ہے اور وہ کھانا ہمارا نہیں۔ خادمہ نے روٹیاں واپس کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد خادمہ نے اطلاع دی کہ ایک اور شخص کھانا لے کر آیا ہے حضرت رابعہ بصری نے روٹیوں کی تعداد پوچھی تو آپ کو بتایا گیا کہ پانچ روٹیاں ہیں۔
حضرت رابعہ بصری نے جواباً فرمایا اس بار بھی کھانا لانے والے سے غلطی ہوگئی۔ اس سے کہہ دو کہ وہ کھانا ہمارا نہیں ہے۔ پھر تیسری بار ایک شخص اور کھانا لے کر آیا پھر جب خادمہ نے آپ کو بتایا کہ گیارہ روٹیاں ہیں تو حضرت رابعہ نے مسرت کے لہجے میں فرمایا ہاں یہ کھانا ہمارا ہی ہے اسے قبول کر لو۔ خادمہ نے کھانا لا کر درویش مہمانوں کے سامنے سجا دیا۔ پھر جب درویش کھانا کھا چکے تو ایک مہمان نے عرض کیا کہ تین مختلف اشخاص کھانا لے کر آئے دو افراد کو آپ نے واپس کر دیا مگر تیسرے شخص کے لائے ہوئے کھانے کو قبول فرمالیا۔ آخر یہ کیا راز ہے۔ حضرت رابعہ نے درویش کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایک کے بدلے دس اور آخرت میں ستر دوں گا۔ اس حساب کتاب کی بنیاد پر میں نے دو آدمیوں کو واپس لوٹا دیا اور ایک شخص کا کھانا قبول کر لیا۔ میں نے اللہ کی راہ میں سوالی کو ایک روٹی دے کر رزاق عالم سے سودا کیا تھا۔ پھر ایک شخص دو روٹیاں اور دوسرا پانچ روٹیاں لے کر آیا میں نے جان لیا کہ یہ حساب درست نہیں ہے۔ تیسرا شخص گیارہ روٹیاں لے کر آیا تو میں نے کسی تردد کے بغیر انہیں قبول کر لیا کہ یہ عین حساب کے مطابق ہے اور دینے والے کی شان رزاقی کو ظاہر کر رہا تھا۔ دس روٹیاں میری ایک روٹی کے بدلے میں تھیں اور جو روٹی میں نے سوالی کو دی تھی اللہ تعالیٰ نے وہ بھی واپس کر دی تھی۔
حضرت رابعہؒ کی صبر و قناعت اور توکل کی شان دیکھ کر تمام درویش حیرت زدہ ہو گئے۔ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کو ایک سوئی، ایک بال اور ایک موم کا ٹکڑا بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ موم کی طرح جہاں کو روشن کرو اور خود کو جلاؤ، سوئی کی طرح ہمیشہ اپنی جگہ پر رہو اور کام کرتے جاؤ اور پھر بال کی طرح سیدھے رہو تا کہ تمہارے سب کام درست ہوں۔ حضرت رابعہ فرماتی ہیں: عورت وہ ہے جو خدا سے دل طلب کرے اور جب دل مل جائے تو دل کو اسے واپس کر دے تا کہ وہ اس کی حفاظت کرے۔
ایک مرتبہ کچھ بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے پوچھا کہ تم اللہ کی عبادات کس غرض سے کرتے ہو ایک نے کہا آتش دوزخ کے خوف سے دوسرے نے کہا جنت کے لئے آپ نے فرمایا یہ خوف و طمع کی عبادت تو بہت بری ہے۔ پوچھا پھر آپ کس لئے عبادت کرتی ہیں کیا آپ کو کوئی طمع نہیں ہے؟ فرمایا: پہلے ہمسائے کی تلاش کرو پھر گھر کی تلاش ہونی چاہئے۔ اس لئے جنت و دوزخ کا عدم وجود برابر ہے۔ اگر جنت و دوزخ نہ ہوتیں تو اس کی عبادت ہی نہ کی جاتی کتنا ہی اچھا ہو کہ اس کی عبادت اسی کے لئے کی جائے۔ سب

خاموش ہوگئے۔ آپ ایک مردِ کامل کی سی عقل رکھتی تھیں۔ دقیق مسئلہ بھی آسانی سے حل کر دیا کرتی تھیں۔ آپ کی محفلوں میں بڑے بڑے بزرگ تشریف لایا کرتے تھے جن میں حضرت سفیان ثوری، حضرت مالک بن دینار، حضرت صالح، حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔ ایک مرتبہ جب رغبت دنیا پر گفتگو ہورہی تھی تو حضرت رابعہ بصریؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ سے فرمایا:

تم بہتر صوفی ہوتے اگر دنیا کی محبت نہ ہوتی۔ حضرت سفیان نے پوچھا: آپ نے کس چیز میں رغبت دیکھی ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ تم باتیں بہت کرتے ہو۔ اس سے حضرت رابعہؒ کی مراد یہ تھی کہ دنیا کی باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جو عام لوگ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی علالت کی خبر پا کر حضرت سفیان ثوری آپؒ کی عیادت کے لئے گئے۔ آپ کی اتنی ہیبت تھی کہ آپ خاموش رہے اور زبان سے کچھ نہ نکلا۔ آخر آپ کے فرمانے پر سفیان ثوریؒ نے کہا آپ اپنی صحت کے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا کہ جانتے ہو کہ علالت اس کے حکم کے بغیر ممکن نہیں اور پھر ایسا کہتے ہو میں اس کی مرضی کے خلاف اس سے کیوں درخواست کرسکتی ہوں کہ دوست کی مرضی کے خلاف کرنا درست نہیں۔ پوچھا کس چیز کی خواہش ہے فرمایا: بارہ برس سے تر کی خرمے کھانے کو دل چاہتا ہے جو بہت ارزاں فروخت ہوتے ہیں لیکن میں نے نہیں کھائے کہ کنیز ہوں اور کنیز کی کوئی آرزو نہیں ہوسکتی۔ دراصل سچا عاشق تو محبوب کی مرضی میں ہی اپنی خوشی تلاش کرتا ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ نے ایک سے زائد حج کئے لیکن ان کا زمانہ متعین کرنا دشوار ہے کیونکہ اس ضمن میں تاریخ خاموش ہے۔ وصال سے قبل آپ پر نقاہت و ناتوانی غالب آگئی ہر وقت گریہ کا عالم طاری رہتا تھا اور دعا کرتی تھیں کہ جو مرض مجھے لاحق ہے اس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں اس لئے مجھے موت دے دے۔ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھیں۔ گوشہ تنہائی میں ذکر الٰہی میں مصروف رہتی تھیں۔ ایک چھوٹے سے بانس پر اپنا کفن لٹکا رکھا تھا۔ آخری ایام میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا جب موت قریب آگئی تو خادمہ سے کہا کہ میری وفات کا علم عام نہ ہو۔ بالوں کا جبہ جو میں پہنتی تھی اور سامنے لٹکا ہوا ہے اسی کا کفن دیا جائے اور سر کو سیاہ چادر سے ڈھانپ دیا جائے اور جب آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز ہوئی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں چنانچہ تجہیز و تکفین کے بعد عاشقہ صادقہ کو بصرہ میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ معرفت الٰہیہ کے دروازے مرد و عورت سب کے لئے کھلے ہیں۔ اس کی راہ پر حضور نبی اکرم ﷺ کے فرامین کی روشنی میں چلنا ہمارا کام ہے۔ باقی فضل و کرم کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ سجدوں کو شرف قبولیت بخشے۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے تفسیری تفردات و امتیازات

قسط نمبر 16

علامہ محمد حسین آزاد۔ ایم فل علوم اسلامیہ منہاج یونیورسٹی

منہاج یونیورسٹی کالج آف شریعہ سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تفسیری خدمات کے حوالے سے پہلا ایم فل کرنے کا اعزاز جامعہ کے ابتدائی فاضلین میں سے علامہ محمد حسین آزاد نے حاصل کیا ہے جو جامعۃ الازہر سے ''الدورۃ التدریبیۃ'' میں بھی سند یافتہ ہیں اور مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ کے علاوہ مجلّہ دختران اسلام کے مینجنگ ایڈیٹر ہیں جن کا مقالہ قارئین کے استفادہ کے لئے بالاقساط شائع کیا جارہا ہے۔

غامدی صاحب امام قرطبیؒ نے جن مفسرین کی جماعت کا موقف بیان کیا ہے۔ یہ تمام امام قرطبیؒ سمیت بقول آپ کے تعلیم بالغاں کے کسی مدرسے میں عربی کے کسی استاد سے اس زبان کے اصول وقواعد کی دو چار اصطلاحات سن کر قرآن کی تفسیر کرنے نکل پڑے تھے یا یہ لوگ خود عربی قواعد کو مرتب کرنے والے ہیں اور اصول وقواعد میں سند کا درجہ رکھتے ہیں؟ امام قرطبیؒ نے تو اس تفسیر کا قائل فراء کو بھی قرار دیا ہے۔اب آپ کے اس ارشاد مبارک کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟'' لیکن وہ عربی زبان جس کے قواعد سیبویہ، فراء، زمخشری اور ابن ہشام جیسے علمائے عرب نے ترتیب دیئے ہیں اس کے بارے میں یہ بات پوری ذمہ داری کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس میں اس ترجمے کی کوئی گنجائش نہیں۔''

پوری ذمہ داری کے الفاظ غامدی صاحب آپ نے ان تمام ماخذ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہی کہے ہوں گے لیکن اب فراء کا قول سامنے آجانے کے بعد کم از کم ادبِ جاہلی کا خمارا ترجانا چاہیے اور یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ مطالعہ اور علم وفن میں جو دسترس قادری صاحب کو حاصل ہے میں اس کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچا۔

۳۔ صاحبِ روح البیان امام اسماعیل حقیؒ (۱۱۳۷ھ) نے بھی یہی معنیٰ بیان کیا ہے۔

ووجدک بین الضالین فھداھم بک فعلی ھذا یکون الضلال صفۃ قومہ .

(حقی، امام اسماعیل البروسوی، تفسیر روح البیان، کوئٹہ پاکستان، مکتبہ اسلامیہ، ج ۱۰، ص ۴۵۷)

''اللہ تعالیٰ نے آپ کو گمراہ لوگوں کے درمیان پایا تو اس نے آپ کے ذریعے ان کو ہدایت دی۔اس تفسیر کے مطابق ضلالت قوم کی صفت قرار پائے گی'' غامدی صاحب ان تراجم کو پڑھتے وقت ضالاً کی تنکیر اور وحدت جس پر آپ نے زور دیا ہے بھی ذہن میں رہے اور خود فیصلہ فرمائیے کہ سب تراجم اور معنی قادری صاحب کی تائید میں ہیں یا نہیں؟

۴۔ امام فخر الدین رازیؒ (۵۴۳۔۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹۔۱۲۱۰ء) کی تفسیر کا خلاصہ بھی یہی ہے:

وجدک قومک ضالاً فھداھم بک و بشرعک.

(رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی، التفسیر الکبیر، تہران، ایران، دارالکتب العلمیۃ، ج ۳۱، ص ۲۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمرہ پایا پس آپ کی ذات مبارکہ اور آپ کی شریعت کے ذریعے انہیں ہدایت فرمائی''

۵۔ امام ابوحیان اندلسیؒ (۶۸۲۔۷۴۹ھ) آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لقد رایت فی النوم انی انکرنی ھذہ الجملۃ فاقول علی الفوروجدک ای وجد رھطک ضالاً فھداہ بِکَ.

(اندلسی، ابوحیان محمد بن یوسف الشھیر بابی حیان الاندلسی الغرناطی، البحرالمحیط، بیروت، لبنان، دارالفکر، ج ۸، ص ۴۸۶)

''میں نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ اس آیت کے ترجمے پر غور کررہا ہوں تو اچانک میں اس کا ترجمہ یہ کرتا ہوں "اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کو گمرہ پایا تو اسے آپکے ذریعے ہدایت عطا فرمائی''

مذکورہ امام صرف تفسیر کے امام نہیں بلکہ نحو کے بھی امام ہیں شاید غامدی صاحب اسے خوابی تفسیر سمجھ کر ٹھکرا دیں مگر ٹھکراتے ہوئے یہ یاد رکھیں کہ تفسیر لکھتے وقت وہ حالتِ خواب میں نہیں تھے۔ سب کچھ بیداری میں لکھ رہے ہیں اور درست سمجھ کر لکھ رہے ہیں۔ انہیں یہ بھی توجہ کرنی چاہیے کہ ان لوگوں کے دلوں میں احترام رسول ﷺ کتنا تھا چونکہ اس آیت میں بظاہر ضلالت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف معلوم ہوتی تھی تو ترجمہ کرتے وقت پریشانی لاحق ہوئی اس پر دن رات سوچا تو رؤیائے صالحہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے راہنمائی فرما دی۔

ایک ہم ہیں کہ اگر کسی نے ایسی تفسیر اور ترجمہ کردیا ہے تو بھاتا ہی نہیں کیونکہ اس میں ادب و تعظیمِ رسول ﷺ ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اور ہمیں یہ گوارہ نہیں۔ کاش اعتراض کرنے سے پہلے ان کتبِ تفاسیر کا مطالعہ کر لیا ہوتا لیکن جو شخص یہ کہے کہ دین کا فہم حضور علیہ السلام کے بعد فقط مجھے ہی مِلا ہے۔ اسلاف کو قابلِ اعتبار ہی نہ

سمجھے تو اس پر تعجب کرنا بھی بے سود ہے۔اللہ تعالیٰ ہدایت اور عقلِ سلیم سے نوازے (آمین)

آخر میں صحابی ونواسہ رسول ﷺ امام حسن (رضی اللہ عنہ) سے منقول قرأت وترجمہ کا بیان ضروری ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا وہ آیت کا کیا مفہوم بیان کرتے ہیں۔امام حسن (رضی اللہ عنہ) کی شخصیت ایسی ہے جنہوں نے براہ راست قرآنی علوم اپنے نانا جان نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیے ہیں کم از کم غامدی صاحب ان کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے تعلیم بالغاں کے کسی استاد سے دو چار اصطلاحات سیکھ کر تفسیر کر دی ہے، لیکن فقط ادبِ جاہلیت کی بنیاد پر قرآن فہمی کا دعویٰ رکھنے والا شخص شاید اہل بیت نبوی ﷺ کی تفسیر پسند نہ کرے لیکن امت مسلمہ کو وہی تفسیر پسند ہے جو اہل بیت نبوی ﷺ نے کی ہے۔امام حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی قرأت اس طرح منقول ہے:

ووجدک ضال فھدی اور اس کا معنی امام قرطبیؒ (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء) نے یہ بیان کیا ہے۔

وجدک الضال فاھتدیٰ بک.

(قرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ، الجامع لاحکام القرآن، بیروت،لبنان داراحیاء التراث العربی، ج ۲۰ ،ص ۹۷)

''جس گمراہ نے آپ کو پالیا وہ آپ ﷺ کے ذریعے ہدایت پا گیا۔''

اس قرأت شاذہ سے درج ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

۱۔ ضال (گمراہ یا جویائے راہ) کی نسبت حضور ﷺ کی طرف نہیں بلکہ قوم کی طرف ہے۔

۲۔ وجد کے لیے یہاں ایک ہی مفعول کافی ہے، دوسرے مفعول کی ضرورت نہیں۔

۳۔ بعض اوقات سیاق وسباق سے ہٹ کر بھی کسی آیتِ کریمہ کی اپنی جگہ مستقل تفسیر کی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ کتاب وسنت سے متضاد نہ ہو کیونکہ باقی آیات میں وجد کا فاعل اللہ ہے لیکن اس میں سیدنا امام حسنؓ نے فاعل ''ضال'' کو قرار دیا ہے جسے کسی حالت میں بھی غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۴۔ یہاں ضالاً کو بطور مفعول نہیں بلکہ ضال کہہ کر فاعل کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اگر غامدی صاحب یہ بات کریں کہ یہ قرأت شاذہ ہے لہٰذا معتبر نہیں تو یہ عذر بھی قابل توجہ نہیں، کیونکہ قرأتِ شاذہ سے آیت کے معنی وتفسیر کا فاعدہ لینا مسلمہ قاعدہ ہے۔اس قرأت کے بارے میں علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ اسے نصِ قرآن نہیں کہا جاسکتا مگر کیا اس سے استدلال واحتجاج کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔اس بارے میں دو آراء ہیں۔

۱۔ علمائے احناف کی رائے

۲۔ علمائے شوافع کی رائے

علمائے احناف کا موقف یہ ہے کہ قرأتِ شاذہ کے ساتھ احتجاج جائز اور درست ہے۔ یہ بمنزل خبرِ واحد کے ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرنا یا اسے اپنے مصحف میں شامل کرنا اس پر شاہد ہے کہ اس نے یہ نبی کریم ﷺ سے ہی سنی ہوگی گویا یہ حضور ﷺ کی ایسی سنت قرار پائے گی جو بطور تفسیر اور تبیین کے وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا اس سے احتجاج بہر طور جائز ہے۔موقف احناف پر درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام غزالیؒ (۴۵۰۔۵۰۵ھ) امام اعظم ابوحنیفہؒ (۸۰۔۱۵۰ھ) کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال ابو حنیفه یجب لانه وان لم یثبت کونه قراناً فلا اقل من کونه خبراً والعمل یجب خبرالواحد . (غزالی ،ابو حامد محمد بن محمدالغزالی،المستصفٰی، ج ا ، ص ۱۵۲)

”قرأتِ شاذہ کو قرآن کی تفسیر قرار دینا واجب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ وہ آیت قرأتِ شاذہ کی بنیاد پر قرآن قرار نہیں پا سکتی مگر اسے خبرِ واحد کے درجے سے ہرگز کم تصور نہیں کیا جا سکتا اور خبرِ واحد پر عمل کرنا واجب ہے“۔

۲۔ امام محمد بن علی شوکانیؒ (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰۔۱۸۳۴ء) اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ قرأت معنی و اعراب کے لحاظ سے درست ہے تو

لها حکم اخبار الاحاد فی الد لا لة علی مدلولها سواءٌ کانت من القرأت السبع او من غیرها.. (شوکانی، محمد بن علی بن محمد بن محمد الشوکانی، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول،بیروت ،دمشق،دارابن کثیر)

”یہ قرأت معنی پر دلالت کے لحاظ سے خبرِ واحد کا حکم رکھتی ہے خواہ وہ قرأت ،قرأت سبعہ میں سے ہو یا نہ ہو“

۳۔ شیخ محمد الخضری احناف کا موقف یوں بیان کرتے ہیں۔

قال الحنفیة یحتج بالقراۃ الشاذۃ فیجب التتابع لانه و ان لم یثبت کونه قراناً فلا اقل من کونه خبراً والعمل یجب خبر الواحد .(خضری،شیخ محمدالخضری،اصول فقه، مصر ، مطبعته الاستقامة،۱۹۳۸، ص ۲۱۰)

”علمائے احناف کی رائے کے مطابق قرأتِ شاذہ سے استدلال واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں قرآتِ شاذہ کی بنیاد پر قضاء رمضان میں تتابع شرط ہے (اور ان کی دلیل یہ ہے کہ) اگر چہ یہ قرأت قرآن نہیں کہلا سکتی مگر کم از کم خبرِ واحد کے درجہ پر تو فائز ہی ہے۔ اور خبر واحد پر عمل واجب ہوتا ہے۔“

۴۔ شیخ محمد زکریا البردیسی لکھتے ہیں:

انما النزاع فی صحة الاحتجاج بغیر التواتر والاعتماد علیه فی استنباط الاحکام فالحنفیة یذھبون الیٰ صحة احتجاج لان المنقول بغیر التواتر لا بدان یکون مسموعاً من النبی ﷺ و الا لما ساغ لصحابی العدل کتابته و اثباته فی مصحفه فماله الیٰ ان یکون سنة عن الرسول ﷺ واردة علیٰ سبیل البیان والتفسیر لکتاب اللّٰہ والسنة مما یصح الاحتجاج بھا والاعتماد علیھا فی استنباط الاحکام . (البردیسی، شیخ محمد زکریا،اصول الفقه، ج ۱ ، ص ۱۵۲)

''قرأت شاذہ کے ساتھ احتجاج اور استنباط احکام میں اس پراعتماد کے بارے میں اختلاف ہے۔علمائے احناف اس کے ساتھ استدلال جائز تصور کرتے ہیں کیونکہ یہ قرأت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مسموع ہو گی ورنہ صحابی اسے اپنے مصحف میں شامل نہ کرتا لہٰذا یہ ایسی سنت قرار پائے گی جو حضور علیہ السلام سے کتاب اللہ کی تفسیر و بیان کے طور پر منقول ہو گی۔اور سنت سے استدلال و استنباط احکام میں اس پر اعتماد درست ہے۔''

دیگر آئمہ کے نزدیک اگرچہ اس سے سنتِ رسول ﷺ سمجھ کر استدلال کرنا درست نہیں ۔مگر ایسی قرات کو وہ بھی صحابی اور تابعی کی تفسیر اور مذہب تسلیم کرتے ہوئے قبول کرتے ہیں۔

امام غزالیؒ (۴۵۰۔۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

و ان لم یجعله من القرآن احتمل ان یکون ذالک مذھبا له لدلیل قد دل علیه واحتمل ان یکون خبراً وما تردد بین ان یکون خبراً ولا یکون فلا یجوز العمل به .

(غزالی ،ابو حامد محمد بن محمد الغزالی،المستصفٰی ،ج ۱،ص۱۵۲)

''اگر چہ یہ قرأت قرآن نہ کہلائی تو بھی اس کے صحابی کا مذہب ہونے اور خبر ہونے کے دونوں احتمال موجود ہیں۔اور جس میں دونوں کا احتمال ہو اس پر عمل (بایں وجہ) جائز نہیں ہوتا''۔

ان علماء کے نزدیک بھی قرات شاذہ بہر طور مذہب صحابی تو قرار پائی ۔اصول تفسیر میں مسلمہ طور پر تفسیر کا تیسرا ماخذ، تفسیرِ صحابہ کو قرار دیا گیا ہے۔آپ خواہ اسے سنت تسلیم کریں جیسا کہ جناب کا موقف ہے یا مذہب صحابی جیسے دیگر آئمہ کا قول ،اس کے تفسیر ہونے کا انکارنہیں کیا جا سکتا ۔فرق صرف یہ ہو گا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے کی صورت میں امت پر لازم ہو گا کہ اسے تسلیم کرے اور اس پر عمل کرے مگر مذہب صحابی کی صورت میں اگرچہ اس معنی پر عمل لازم نہ ہو گا مگر یہ بات تو پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ یہ تفسیر نہ صرف درست ہے بلکہ صحابہؓ سے منقول ہے۔لہٰذا آیت مذکورہ کی جو تفسیر اور ترجمہ قادری صاحب نے بیان کیا ہے اس کی رو سے

ضلالت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف نہیں بلکہ دیگر افراد اور قوم کی طرف ہے۔

جب دور صحابہؓ سے لے کر آج تک کے تمام مسلمہ مفسرین نے بھی اس ترجمہ اور معنی کو اختیار کیا ہے اور یہ منصب رسالت کے مناسب بھی ہے تو اس کے بعد اس ترجمہ پر اعتراض کرنا، غلط کہنا یا اسے گمراہی تصور کرنا سوائے تعصب، عناد، کم علمی یا ضد کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

۲۔ غامدی صاحب کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ضآلاً کو ہدی کا مفعول مقدم قطعاً نہیں بنایا جاسکتا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''وجد'' اس آیت میں افعال قلوب کے طریقے پر دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوا ہے چنانچہ لفظ ضالاً کو اس آیت میں زبان کے کسی قاعدے سے بھی فعل ھدیٰ کا مفعول قرار نہیں دیا جا سکتا۔''

اس اعتراض کے جوابات درج ذیل ہیں۔

۱۔ مذکورہ بالا تفسیر و تراجم کو سامنے رکھتے ہوئے اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی مثلاً قاضی عیاضؒ (۴۷۶۔۵۴۴ھ/۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء) نے جو ترجمہ کیا ہے اسے سامنے رکھیں۔

الم یجدک فھدی بک ضالًا .

(قاضی عیاض، ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے، ج ۱، ص ۲۳)

''کیا آپ کو نہیں پایا پس ہدایت دی اس نے تیرے ذریعے گمراہ لوگوں کو''

اس میں انھوں نے واضح طور پر ضالاً کو وجد کا دوسرا مفعول بنانے کے بجائے اسے ہدی کا مفعول مقدم قرار دیا ہے کیونکہ یہاں وجد اس معنی کی صورت میں فقط ایک ہی مفعول کا مقتضی ہے۔

امام خفاجیؒ (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹) نے قاضی صاحبؒ سے اس امر پر ان الفاظ میں اختلاف نقل کیا ہے:

فالا ولی ترکه لمافیه من تقدیم المنصوب علی عامله .

(خفاجی، ابوعباس احمد بن محمد بن عمر، نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض، بیروت، لبنان، دارالکتب العلمیۃ، ج ۱ ص ۲۱۱)

مگر انہیں ضال اور گمراہ نہیں کہا اور نہ ہی انھیں غامدی صاحب کی طرح تعلیم بالغاں کے مدرسہ کا طالب علم بنایا ہے۔

۲۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ وجد دو ہی مفعولوں کا تقاضا کرے۔ اگر وہ بمعنی علم ہو تو دو مفعولوں کا مقتضی ہوتا ہے۔ تمام نحاۃ نے اسی اصول کی تصریح کی ہے۔ ہم یہاں صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتے ہیں۔

جامع الدروس العربیہ میں ہے:

والخامس: وجد بمعنی علم و اعتقد. فان لم تکن بمعنی العلم الاعتقادی لم تکن من هذا الباب. (الغلاینیی ،الشیخ المصطفیٰ ، جامع الدروس العربیۃ ، بیروت ،لبنان ،منشورات المکتبہ العصریۃ بطباعۃ والنشر ، ج ۱ ،ص ۳۹۔۴۰)

’’افعال قلوب میں سے پانچواں فعل وجد ہے ۔ بشرطیکہ علم کے معنی میں ہو۔ اگر علم کے معنی میں نہ ہوتو پھر یہ افعال قلوب میں سے نہیں یعنی اس وقت یہ دو مفعولوں کا تقاضا نہیں کرے گا۔‘‘

جن مفسرین نے آیت مذکورہ کا یہ ترجمہ کیا ہے انھوں نے وجد کو بمعنی علم نہیں لیا بلکہ بمعنی صارف لیا ہے۔

اس کے بعد غامدی صاحب کا یہ رٹ لگانا کہ اس کے لئے ہمیشہ دو مفعولوں کا ہونا ہی ضروری ہے قواعد سے لاعلمی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں ۔

۳۔ امام حسن مجتبیٰؓ کی قرأت بھی اس پر دال ہے کہ وجد بمعنی صارف لیا جا سکتا ہے اور وہ ایک ہی مفعول کا تقاضا کرے گا نہ کہ دو مفعولوں کا **وجدک ضال فهدیٰ** یہاں ’’ک‘‘ مفعول اور ’’ضال‘‘ فاعل ہے۔

۴۔ بعض علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر اس آیت میں وجد کو افعال قلوب سے ہی قرار دیا جائے تو پھر بھی ’’ضالاً‘‘ کو فھدیٰ کا مفعول مقدم بنایا جا سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ وجد کے مفعول ثانی کو مقدر مان لیا جائے گا کیونکہ قرینہ اور دلیل کی وجہ سے اس کے ایک مفعول کا حذف جائز ہوتا ہے اور محذوف مفعول ثانی لفظ ’’مھدیاً‘‘ ہے۔

امام خفاجیؒ (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء) نے بعض لوگوں کی اسی رائے کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ولو جعل وجد متعدیاً با لا ثنین حذف احدهما ای وجدک رحیماً فاوی بک یتیماً و مهدیاً فهدی بک ضالاً لکان اقرب(۱)

’’اگر وجد کو ان (آیات میں) دو مفعولوں کی طرف ہی متعدی رہنے دیا جائے لیکن دوسرا مفعول (بجائے ضالاً کے) اس طرح محذوف بنا لیا جائے تو یہ تو جیہ اقرب اور بہتر ہوگی۔‘‘ اب معنی آیات یہ ہوگا۔

وجدک رحیماً فاوی بک یتیما و مهدیا فهدی بک ضالاً

’’کہ تمھیں رحیم و مہربان پایا تو تمہارے ذریعے یتیموں کو ٹھکانہ دیا اور تمھیں مہدی (ہدایت یافتہ) پایا تو تمہارے ذریعے گمراہوں کو ہدایت دی‘‘۔

(خفاجی ،ابو عباس احمد بن محمد بن عمر ،نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض ، بیروت ، لبنان ، دارالکتب العلمیۃ ، ج ۱ ،ص ۲۱۱)

گلدستہ

مرتّبہ: ملکہ صبا

ماضی

ماضی (گزرا ہوا وقت) میں الجھے رہنے والے ماضی سے سیکھ نہیں رہے ہوتے بلکہ اپنے حال (جو وقت اب ہم گزار رہے ہیں) کو خراب کررہے ہوتے ہیں۔ اکثر لوگ اپنے اچھے ماضی کا ذکر کرکے اپنے حال کو خراب کرتے ہیں اور کچھ اپنے خراب ماضی کا ذکر کرکے اپنے حال کو خراب کرتے ہیں۔ اس ساری کیفیت میں خراب مستقبل (آنے والا وقت) ہورہا ہوتا ہے لیکن سمجھ نہیں آتی یہ ایک ایسا ناختم ہونے والا سلسلہ ہے جو پتہ نہیں کب سے ہمارے ساتھ ہے اور رہے گا۔ لہذا جو انسان خود اپنا نہ ہو وہ کسی کا کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ وہ پہلے حال و مستقبل کو برباد کررہا ہوتا ہے جبکہ مستقبل کی بنیاد تو حال ہی ہے اس تحریر کی مدد سے قارئین کو صرف یہی سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ ماضی کے اچھے اور برے واقعات کو چھوڑ کر صرف حال پر توجہ دیں تاکہ آپ کا مستقبل بہتر ہوسکے۔ سال نو کا آغاز ہوا ہے۔ لہذا آپ کو بھی اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلیاں رونما کرنا چاہئیں تاکہ آپ نئے سال میں اپنی زندگی کامیابی و کامرانی کے ساتھ بسر کرسکیں۔

(سید اعجاز بخاری)

اقوال زریں

۱۔ بہترین بیوی وہ ہے جب خاوند اسے دیکھے تو پھولے نہ سمائے اگر اسے کوئی حکم دے تو فوراً بجا لائے اور بہترین خاوند وہ ہے جو بیوی کے ساتھ حسن سلوک رکھے۔ (حضور نبی اکرم ﷺ)

۲۔ حریص آدمی ساری دنیا لے کر بھوکا ہے اور قانع ایک روٹی سے بھی پیٹ بھرسکتا ہے۔ (شیخ سعدیؒ)

۳۔ کسی پر بھروسہ کرو تو مکمل بھروسہ کرو یا تو تمہیں ایک اچھا دوست ملے گا نہیں تو ایک سبق۔۔۔ (حضرت علیؓ)

۴۔ جو شخص خاموش رہتا ہے وہ بہت دانا ہے کیونکہ کثرت کلام سے کچھ نہ کچھ گناہ سرزد ہوجاتا ہے۔ (حضرت سلیمان)

۵۔ جس میں تین خوبیاں ہوں سمجھ لو کہ خدا اسے دوست رکھتا ہے:

۱۔ دریا جیسی سخاوت

۲۔ آفتاب جیسی شفقت

۳۔ زمین جیسی تواضع

گاجر کے فوائد

(ڈاکٹر مصباح کنول، نشتر میڈیکل کالج)

گاجر دنیا بھر میں ایک مقبول سبزی ہے۔ یہ مقوی اور مصفی غذا ہے۔ غذائی اعتبار سے گاجر وٹامن اے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی طرح گاجر کے پتے بھی غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ان میں پروٹین، معدنیات اور وٹامنز وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ گاجر کے چند ایک فوائد قارئین کی نذر کئے جاتے ہیں:

۱۔ تیزابیت اور آنکھوں کی بینائی کے لئے نہایت مفید ہے اور خون کو صاف کرنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے جس سے انسانی جلد شادابی و تازگی کا احساس دلاتی ہے۔

۲۔ گاجر چبا کر کھانے سے لعاب دہن میں اضافہ ہوتا ہے اور ہاضمہ کا عمل تیز ہوجاتا ہے کیونکہ یہ معدے کو ضروری اینزائمز، معدنی اجزاء اور وٹامنز مہیا کرتی ہے اور گاجر کا باقاعدہ استعمال السر کو روکتا ہے گاجر کا جوس آنتوں کے قولنج، بڑی آنت کی سوزش، اپنڈیسائٹس میں موثر علاج ہے۔

۳۔ گاجر کا جوس اگر پالک کے جوس کے ساتھ تھوڑا سا لیموں ملا کر پیا جائے تو قبض کی شکایت دور ہوجاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس مشروب کا استعمال دو ماہ مسلسل کرنے سے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ گاجر کا جوس اسہال کے مرض میں ایک عمدہ قدرتی علاج ثابت ہوتا ہے یہ پانی کی کمی کو دور کرتا ہے، نمکیات (سوڈیم، پوٹاشیم، فارسفورس، کیلشیم، سلفر اور میگنیشم) کا نقصان پورا کرتا ہے۔ اس کے استعمال سے بیکٹیریا کی نشوونما رک جاتی ہے اور قے بند ہوجاتی ہے۔

۵۔ گاجر کا استعمال بچوں کے لئے بھی نہایت مفید ہے چنانچہ بچوں کے پیٹ سے کیڑے خارج کرنے کے لئے مفید ہے اس کے لئے ایک چھوٹا کپ کدوکش کی ہوئی گاجر صبح کے وقت کھانا نہایت مفید ہے۔

۶۔ بانجھ پن کی ایک وجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مسلسل ایسا کھانا استعمال کیا جائے جو پکنے کے دوران انزائمز سے محروم ہوچکا ہو، تلی ہوئی غذاؤں میں بھی انزائمز ختم ہوجاتے ہیں۔ لہذا بعض اوقات بانجھ پن کا علاج کچی گاجر اور جوس کا استعمال ہی بن جاتا ہے۔

گاجر ہمیشہ دھوکر کھانا چاہئے ورنہ یہ کھانسی پیدا کرسکتی ہے۔

﴿جسم کے کسی خاص حصہ میں درد کے لئے وظائف﴾

پہلا وظیفہ: اگر جسم کے کسی خاص حصے میں درد ہوتو دایاں ہاتھ اس جگہ رکھ کر یہ وظیفہ کیا جائے:

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ○ لَمْ یَلِدْ ۵ وَ لَمْ یُوْلَدْ○ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ○﴾ (الاخلاص)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ○ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○﴾ (الفلق)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ○ مَلِكِ النَّاسِ○ اِلٰهِ النَّاسِ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ○﴾ (الناس)

☆ یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ ☆ پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

☆ اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہوتو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: یہ وظیفہ بھی کسی خاص جگہ درد اور تکلیف کو رفع کرنے کے لئے مفید اور مؤثر ہے:

بِسْمِ اللهِ، اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ مِنْ وَجْعِ هٰذَا۔ (سنن ترمذی، ۴: ۵۴۳، رقم: ۳۵۸۸، عن انسؓ)

☆ یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ ☆ پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

☆ اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ ☆ اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہوتو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

تیسرا وظیفہ: اگر کسی قسم کی جسمانی تکلیف اور پریشانی ہوتو دائیں ہاتھ سے اس جگہ کو مس کر کے درج ذیل وظیفہ پڑھ کر دم کیا جائے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ اَشْفِهٖ وَ اَنْتَ الشَّافِی لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا. (بخاری، الصحیح، ۵: ۲۱۶۸، رقم: ۵۴۱۱، عن عائشہؓ)

☆ یہ وظیفہ ۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر دم کریں۔ ☆ پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔

☆ اگر تکلیف زیادہ طویل اور پریشان کن ہوتو ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

یہ وظیفہ حسب ضرورت جاری رکھیں۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

ضیافت میلاد النبی ﷺ

مورخہ 31 دسمبر کو منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام ضیافت میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں جگر گوشہ شیخ الاسلام محترمہ فضہ حسین قادری نے خصوصی شرکت کی جبکہ محترمہ راضیہ نوید نے خصوصی خطاب کیا۔

منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی صدر راضیہ نوید نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی دھوم مچانا ہر امتی کی اولین ترجیح ہونی چاہیے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت تعلیمات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کی تحریک دیتی ہے۔ ربیع الاول کے مبارک مہینے کی خوشیوں کے آگے ہماری ذاتی اور اجتماعی خوشیاں ہیچ ہیں۔ منہاج القرآن ویمن لیگ اور پوری مسلم امہ دنیا بھر میں محافل میلاد کا انعقاد کر کے دنیا کو امن و سلامتی، محبت، برداشت اور احترام انسانیت کا پیغام دیں۔ وہ مرکزی سیکرٹریٹ ماڈل ٹاؤن میں پاکستان عوامی تحریک شعبہ خواتین کے تحت منعقدہ ضیافت میلاد کی تقریب سے خطاب کر رہی تھیں، اس موقع پر گلشن ارشاد، نورید فاطمہ، افنان بابر اور دیگر خواتین بھی موجود تھیں، منہاج نعت کونسل کی بچیوں نے دف پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے حوالے سے نعت پڑھی تو فضا غلام ہیں غلام ہیں غلام رسول کے غلام ہیں اور مرحبا مرحبا آمد مصطفیٰ مرحبا کے مقدس نعروں سے گونج اٹھی، راضیہ نوید نے اپنے خطاب میں کہا کہ 3 جنوری 11 اور 12 ربیع الاول کی شب مینار پاکستان کے وسیع سبزہ زار پر ہونے والی 31ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس میں صرف لاہور شہر سے ہزاروں کی تعداد میں خواتین شرکت کریں گی، میلاد کانفرنس کا انعقاد حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق حبی و عشقی کو مضبوط کرنے کیلئے بہت ضروری ہے۔ امسال مینار پاکستان میں ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس میں صرف لاہور سے خواتین و حضرات شرکت کریں گے اور ملک بھر میں سینکڑوں مقامات پر ہونے والے اجتماعات میلاد میں بھی ہر جگہ خواتین ہزاروں کی تعداد میں شرکت کریں گی۔

عالمی میلاد کانفرنس

مورخہ 3 جنوری 2015ء کو ملک میں دہشت گردی کے خطرات اور شدید ترین سرد موسم کے باوجود تحریک منہاج القرآن نے روایت برقرار رکھتے ہوئے 31 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 3 جنوری 2015ء کی

شب مینار پاکستان کے سبزہ زار میں منعقد کی۔ یہ کانفرنس ایک ہی وقت میں پاکستان کے 150 مقامات (تحصیلات/ اضلاع) کے علاوہ دنیا کے 90 ممالک میں منعقد ہوئی جسے ARY News اور منہاج ٹی وی کے ذریعے براہ راست نشر کیا گیا۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کانفرنس سے خصوصی خطاب کیا جبکہ ملک بھر کے نامور علماء مشائخ سمیت دیگر مذاہب کے رہنماوں نے بھی شرکت کی۔ اس کے علاوہ منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی ناظمہ راضیہ نوید، ان کی ٹیم ممبران میں محترمہ گلشن ارشاد، محترمہ افنان بابر، محترمہ قرۃ العین ظہور، دختران اسلام سے ملکہ صبا جبکہ سینئر میں محترمہ شاہدہ مغل، محترمہ فریدہ سجاد، محترمہ فرح ناز اور لاہور ٹیم سے محترمہ عطیہ بنین، فہنیقہ ندیم، زریں لطیف، زارا ملک شریک ہوئیں۔ کانفرنس کا آغاز عالم اسلام کے نامور قاری القراء قاری نجم مصطفیٰ نے اپنے خاص انداز میں تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ بلبل منہاج محمد افضل نوشاہی، منہاج نعت کونسل ظہیر بلالی برادران، منہاج نعت کونسل امجد بلالی برادران، قاری عنصر علی قادری اور دیگر ثناء خوان حضرات نے نعت خوانی کی۔

اس موقع پر ناظمہ ویمن لیگ محترمہ راضیہ نوید نے سیرت مصطفیٰ ﷺ کے عملی پہلو پر گفتگو کی۔ انہوں نے اپنی تحریر میں کہا کہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ اس لئے ہمیں زندگی کے ہر پہلو میں ان سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے۔ تاحال دہشت گردی کی لہر نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اس مسئلہ کا حل بھی ہمیں سیرت طیبہ ہی سے حاصل کرنا چاہیئے اس سلسلہ میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا کردار انسداد دہشت گردی کے حوالے سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات اور عالم انسانیت کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا۔ ظلم و تشدد اور پتھروں سے لہولہان کرنے والے مشرکین کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بددعا کرنے والا نہیں، بلکہ سراپا رحمت بن کر آیا ہوں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت طیبہ اور تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ انسانیت سے محبت کرنا محبت کی ایک شاخ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بلاتفریق رنگ و نسل اور طبقہ و مذہب طبقات انسانی کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تورات میں اللہ نے فرمایا کہ آخرالزمان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو میں دھیما پن ہوگا، اگر کوئی زیادتی بھی کرے گا تو بدلہ بھلائی سے دیں گے اور درگزر فرمائیں گے۔ تورات میں بھی آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ترش رو نہیں ہوں گے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے گا اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نرمی نظر آئے گی۔

انہوں نے کہا کہ اسلام اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظلم و تشدد کیلئے کوئی جگہ نہیں، حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تو انسانیت سے محبت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں کچھ کافر عورتیں اور بچے قتل ہو گئے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ انہوں نے کہا کہ جنہیں جہاد کا غلط تصور دیا گیا انہیں پیغام دیتا ہوں کہ عورتوں اور بچوں کا قتل جہاد نہیں بلکہ دہشت گردی اور اسلام کے منافی عمل ہے۔ حوریں جنت میں ہوتی ہیں جہنم میں نہیں، معصوم بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک دہشت گرد، قاتل اور خوارج نکلتے رہیں گے، میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دین کی باتیں اور ظلم پر مبنی کام کریں گے، ان لوگوں کو مبارکباد ہو جو ان کو قتل کریں گے۔

شیخ الاسلام نے کہا کہ پشاور میں دہشت گردوں نے معصوم بچوں اور ماڈل ٹاؤن میں ریاستی دہشت گردی کے ذریعے معصوم لوگوں کو شہید کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ فیصلے کا وقت ہے، قدم نہ لڑکھڑائیں، اگر اب بھی دہشتگردوں کو بچانے کے راستے نکالے گئے تو پھر ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ دہشت گردی پر سیاست کا کھیل نہیں ہونا چاہیے، ورنہ پوری دنیا لعنت بھیجے گی، ہمیں دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ اسلام تو مردہ انسانوں کو تکریم دیتا ہے، چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔ انہوں نے کہا کہ امن کی تعلیم پاکستان کے نصابات میں ہونی چاہیے۔ میں آرمی چیف سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مدارس اور سکولوں کے نصابات میں امن کے باب کو شامل کیا جائے اور اسلام کے حقیقی تصور سے روشناس کیا جائے۔ انہوں نے کہا اگر موجودہ سیاسی نظام دہشت گردوں کو تحفظ نہ دیتا تو فوجی عدالتیں بنانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ فوجی عدالتوں کے قیام نے ثابت کر دیا کہ موجودہ نظام دہشت گردی کے خاتمے میں ناکام ہو چکا ہے۔ سیاسی جماعتیں، پارلیمنٹ اور افواج پاکستان فیصلہ کریں کہ اس ملک کو امن و عدم تشدد کا معاشرہ بنانا ہے یا دہشتگردی کا؟ ملک کی تمام مساجد سے دہشت گردی کے خلاف آوازیں بلند ہونی چاہییں، دہشت گردی کے خلاف جنگ، ہماری قومی جنگ ہے۔

انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے قتل سے منع فرمایا، ماڈل ٹاؤن میں عورتوں کو قتل کرنے والے کس منہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے خون سے ہمیں دنیا کی کوئی طاقت بلیک میل نہیں کر سکتی۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ ہم بلیک میل ہو کر قاتلوں کی بنائی ہوئی جے آئی ٹی میں شامل ہوں اور قاتلوں کو کلین چٹ دے دی جائے۔ حکمران سن لیں کہ کارکنوں کی گرفتاریاں جعلی جے آئی ٹی میں شریک کرنے کا باعث نہیں بن سکتی، حکمران اپنے برے وقت سے ڈریں۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ ضرب عضب پورے پاکستان میں ایمانداری سے ہونا چاہیے۔ انہوں نے

کہا کہ معاشرے میں محبتوں کو عام کیا جائے اور معاشرے سے کرپشن کو خاتمہ کیا جائے تا کہ غریب تک دولت پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا پاکستان ایک عظیم ملک ہے لیکن دہشت گردی نے اسے بدنام کر دیا، ملکی وقار بحال کرنے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے قوم کو فریضہ ادا کرنا ہوگا۔ ہمیں تکفیریت، انتہاء پسندانہ اور فرقہ وارانہ سوچ کو ختم کر کے معاشرے کو برداشت اور معتدل معاشرہ بنانا ہوگا۔ محفل میلاد النبی ﷺ کانفرنس کا اختتام دعا و سلام پر ہوا۔

مرکزی منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام مجلس عاملہ کا اجلاس

مورخہ 19 دسمبر کو مجلس عاملہ کا اجلاس مرکزی ناظمہ محترمہ راضیہ نوید کی زیر صدارت شیخ الاسلام کے آفس میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں محترمہ گلشن ارشاد، افنان بابر، قرۃ العین ظہور، محترمہ نوشابہ حمید، فریدہ سجاد، راضیہ، محترمہ شازیہ بٹ، محترمہ جویریہ حسن، محترمہ ام حبیبہ، محترمہ ارشاد اقبال، محترمہ نورین علوی نے شرکت کی۔ جس کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ مرکزی ناظمہ نے 17 جون سے لے کر موجودہ دن تک تمام ممبران کو ان کی انفرادی کاوشوں کو سراہا اور دھرنے میں ان کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس کے علاوہ سانحہ پشاور کی پرزور مذمت کی اور شہداء کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی۔ مزید عالمی میلاد کانفرنس 2015ء مہم کو زیر بحث لایا گیا تا کہ اس کے نظام و انصرام میں سہولت و بہتری لائی جائے اور اس Event کو جوش و خروش سے منایا جائے جس کے لئے VIP انکلوژر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک قائد انقلاب کی فیملی کے لئے دوسرا سیاسی و مذہبی شخصیات کے لئے اور تیسرا حصہ فیلڈ سے آنے والی موثر خواتین کے لئے مختص کیا جائے گا۔ پنڈال کی تیاری کے وقت VIP انکلوژر کی سمت راستہ رکھا جائے تا کہ کانفرنس انتظامیہ کو معاملات دیکھنے میں آسانی ہو۔ اس اجلاس کا اختتام دعائے خیر پر ہوا۔

دہشت گردی کے خلاف 14 نکاتی پلان

مورخہ 20 دسمبر 2014 پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہر القادری نے دہشتگردی کے خاتمہ کے حوالے سے 14 نکاتی پلان کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ دہشتگرد اور ان کے سرپرست پاکستان کا مسئلہ نمبر ایک ہیں، دہشتگرد گروپس اور ان کے حمائتیوں کے مکمل خاتمہ کیلئے

1۔ دہشت گردی کیخلاف جنگ کو ہماری اپنی جنگ قرار دیا جائے اور پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا کر ایک قرارداد کے ذریعے باقاعدہ طور پر National war against terrorism کا اعلان کیا جائے۔

2۔ حکومت فوری طور پر گذشتہ 12 سال میں ہونے والے دہشت گردی کے حملوں میں ملوث افراد کے نام،

شناخت، ان کا پس منظر، علاقائی تعلق، اور دیگر تفصیلات منظر عام پر لائیں۔ تاکہ قوم نقابوں کے پیچھے چھپے اپنے دشمنوں کو پہچان سکے۔ یہ کیسی انسداد دہشت گردی ہے کہ جہاں دہشت گردوں کے چہرے تک چھپا دیے جاتے ہیں۔

3۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے فوری طور پر ابہام سے پاک قانون سازی کی جائے۔ اور دہشت گردوں کی حمایت میں بیان دینے، ان کو ٹھہرانے، ان کو سہولت فراہم کرنے کو جرم قرار دیا جائے اور اس کی سزا عمر قید سے کم نہ ہو۔

4۔ دہشت گردی کی جڑیں فرقہ واریت، انتہاپسندی، تکفیریت میں ہیں۔ کفر کے فتوؤں کے اجرا پر قانونا پابندی عائد کی جائے اور اس پر کڑی سزا رکھی جائے۔

5۔ دہشت گردی کی عدالتوں کے دہشت گردوں سے دہشت زدہ ججز کو اسی جرات اور بے باکی کے ساتھ دہشت گردوں کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لانی چاہیئے۔ جس جرات اور بہادری کا مظاہرہ وہ ہمارے خلاف کررہے ہیں۔ دہشت گردی کی موجودہ عدالتیں سیاسی مقاصد کے لئے استعمال ہورہی ہیں ان کی بجائے فوجی عدالتیں قائم کی جائیں۔ دہشت گردوں کے خلاف مقدمات، خصوصی فوجی عدالتوں میں چلائے جائیں۔ ایک ہفتہ میں سزا اور ایک ہفتہ اپیل کے لئے رکھا جائے۔ پندرہ دنوں میں دہشت گردوں کو سزائیں دی جائیں اور ان پر فوری عملدرآمد کیا جائے۔

6۔ مدارس کے نظام اور نصاب میں اصلاحات کو یقینی بنایا جائے نصاب یکساں ہونا چاہیئے تاکہ مدارس پر دہشت گردی کی نرسریاں ہونے کے تاثر کو زائل کیا جاسکے، معتدل علماء پر مشتمل بورڈ بنایا جائے جو نصاب سازی کا کام کرے۔ مدارس کے لئے قومی نصاب کے علاوہ کسی بھی دوسرے نصاب کے پڑھانے پر پابندی عائد کی جائے۔

7۔ دینی مدارس، جماعتوں، تنظیموں اور شخصیات کو ملنے والی بیرونی فنڈنگ کو فورا بند کیا جائے۔

8۔ پیس ایجوکیشن سنٹر قائم کئے جائیں اور ان کے ذریعہ آگاہی مہم چلائی جائے تاکہ دہشت گرد سادہ لوح لوگوں کو بلیک میل نہ کرسکیں۔

9۔ نفرت، فرقہ واریت، دہشت گردی اور انتہاپسندی کے فروغ کا سبب بننے والے لٹریچر پر پابندی عائد کی جائے۔

10۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے کام کرنے والی خصوصی عدالتیں، ادارے، نیم عسکری فورسز اور ایجنسیاں براہ راست فوج کے ماتحت ہونی چاہئیں۔

11۔ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے فوج کو سہولیات دی جائیں۔ اور اس کے بجٹ میں اضافہ کیا جائے۔

12۔ قبائلی علاقوں، خیبر پختون خواہ، بلوچستان اور دیگر علاقوں میں دہشت گردی، ڈرون حملوں اور دہشت گردی کے خلاف آپریشن میں ہونے والے یتیم اور بے سہارا بچوں اور نوجوانوں کیلئے حکومت فوری طور پر خصوصی ادارے قائم کرے جہاں ان کی کفالت، تعلیم، تربیت، اور خصوصی وظائف دیئے جائیں۔ تاکہ حصول تعلیم کے بعد برسر روزگار ہوں اور امن پسند شہری بنیں ورنہ وہ عسکریت پسندوں کے ہتھے چڑھ کر خودکش بم بار، فرقہ پرست اداروں میں جا کر انتہا پسند بن جائیں گے۔

13۔ غربت، معاشی نا ہمواری، بے روزگاری، اور ظلم و استحصال ایسے عناصر ہیں جو دہشت گردی، انتہا پسندی کے لئے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ پورے پاکستان بالخصوص شمالی علاقہ جات، قبائلی علاقہ جات اور جنوبی پنجاب کی معاشی ترقی کے لئے موثر اور فوری اقدامات کیے جائیں۔

14۔ کالعدم تنظیموں کے نام پر پابندی لگائی جاتی ہے کام پر نہیں۔ انتہا پسندانہ نظریات و افکار رکھنے والی تنظیموں اور جماعتوں پر مکمل پابندی لگائی جائے اور ان کو نام بدل کر کام کرنے کی بھی اجازت نہ دی جائے۔ اس سلسلہ میں الگ سے خصوصی قانون سازی کی جائے۔ کسی کالعدم تنظیم کے عہدیدار کو کسی اور نام سے تنظیم، جماعت قائم کرنے کی بھی اجازت نہیں ہونا چاہیئے۔

انہوں نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا دہشتگردی کی 55 عدالتوں میں 5 سال سے 2025 وہ کیسز زیر التواء ہیں جن کے فیصلے 7 دن کے اندر ہونا قانونی تقاضا تھا، پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں سب سے زیادہ دہشتگردی کے کیسز التواء کا شکار ہیں، دیر آید درست آید چیف جسٹس آف پاکستان نے دہشتگردی کے حوالے سے سپریم کورٹ کے سینئر ججز کا ہنگامی اجلاس بلایا، انہوں نے کہا کہ تاحال سانحہ پشاور کے بعد صرف آرمی چیف دردمندی کے ساتھ بھاگ دوڑ کرتے اور ٹھوس فیصلے کرتے نظر آرہے ہیں، سانحہ پشاور کے دل دہلا دینے والے واقعہ کے بعد ابھی تک سیاسی لیڈر شپ کی طرف سے وہ فیصلے اور اقدامات نظر نہیں آرہے جن کی قوم توقع کر رہی ہے، پوری قوم ہل کر رہ گئی پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس کیوں نہیں بلایا گیا؟ دھرنے کے دنوں میں طویل ترین اجلاس منعقد ہوسکتا ہے تو اب کیوں نہیں؟ یہ اجلاس تو 16 دسمبر کی شام کو ہی لائحہ عمل طے کرنے کیلئے بیٹھ جانا چاہیے تھا، انہوں نے کہا رسماً ہی سہی اس ربڑ سٹمپ پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلا کر دہشتگردی کی مذمت کی جاتی تو دنیا کو اس بار ہمارے سنجیدہ ہونے کا کچھ نہ کچھ ضرور تاثر ملتا آج بھی اگر ٹھوس اقدامات نہ اٹھائے گئے تو سانحہ پشاور اور سانحہ ماڈل ٹاؤن جیسے سانحات رونما ہوتے رہیں گے اور عوام میں اشتعال اور نفرت بڑھتی رہی گی جس کا فائدہ دہشتگرد اٹھاتے رہیں گے۔

انہوں نے کہا کہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ 10 سال میں 55 ہزار اموات ہوئیں مگر پارلیمنٹ، عدلیہ اور انتظامیہ اپنا کردار ادا کرنے میں ناکام رہیں، انہوں نے کہا کہ یہ موقع سیاست کرنے کا نہیں ہے مگر سچ بولنا اور حقائق پر بات کرنا سیاست نہیں، انہوں نے کہا کہ جب 18 اکتوبر 2007 کے دن بینظیر بھٹو کے استقبالیہ جلوس پر حملہ ہوا اور 139 لوگ شہید ہوئے تب آنکھیں کیوں نہیں کھلیں؟ 21 اگست 2008 کے دن واہ فیکٹری میں 2 دھماکوں میں 64لوگ شہید ہوئے، جی ایچ کیو پر حملہ ہوا، ہماری حساس فوجی تنصیاب پر حملے ہوئے، واہگہ بارڈر پر حال ہی میں حملہ ہوا، سیاسی لیڈر شپ کی آنکھیں کیوں نہیں کھلیں؟ یکم جنوری 2010 کو کوئٹہ کے ایک دھماکے میں 101 شہید ہو گئے، اسی سال 12 مارچ کے دن لاہور کے دو دھماکوں میں 57 بے گناہ شہید ہوئے سیاسی لیڈر شپ کی آنکھیں کیوں نہیں کھلیں؟ 10 جنوری 2013 ء کے دن کوئٹہ شیعہ کمیونٹی کے علاقہ میں 2 خودکش دھماکوں میں 92 افراد شہید ہوئے ذمہ داروں کی آنکھیں کیوں نہیں کھلیں؟ پھر 16 فروری 2013 کے دن ہزارہ ٹاؤن مارکیٹ میں دھماکہ ہوا 89 افراد شہید ہوئے کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی، سب کان کھول کر سن لیں دہشتگردوں کے ان دھماکوں میں کوئی طبقہ، کوئی مسلک، کوئی سرکاری، غیر سرکاری تنظیم، جماعت ایسی نہیں جس کے لوگ دہشتگردی کا نشانہ نہ بنیں ہوں، اس لیے اب اس سوچ سے باہر نکل آیا جائے کہ یہ جنگ ہماری نہیں غیروں کی جنگ ہے، انہوں نے کہا کہ دہشتگردی کی جنگ کے خلاف لڑنا صرف فوج کی تنہا ذمہ داری نہیں ہے، اس جنگ کو جیتنے کیلئے پاکستان کے ہر شہری کو، ہر ادارے کو فوج کے شانہ بشانہ کھڑا ہونا ہوگا، دنیا کے بہت سارے ملکوں نے حال ہی میں دہشتگردوں کو شکست دی ہے اور یہ جنگ جیتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد اور یکجہتی کی اس فضا کو اگر حکومت کی طرف سے سبوتاژ کرنے کی کوشش کی گئی تو قوم ان کے ساتھ بھی دہشتگردوں والا سلوک کرے گی، یہ ہماری جنگ ہے اور یہ ہی وقت ہے تمام فیصلے کرنے کا اگر اب دیر ہوئی تو پھر بہت دیر ہو جائے گی، انہوں نے کہا کہ دہشتگرد آئین، قانون، اخلاقیات، انسانیت کو روندتے ہوئے آتے ہیں، خون کی ہولی کھیل کر چلے جاتے ہیں اور جو پکڑے جاتے ہیں ہم قانون، انسانی حقوق، عدالتی نظام، قانون شہادت کے گھیرے میں آ جاتے ہیں، وکلاء اور سول سوسائٹی سے گزارش ہے کہ وہ دہشتگردی کے مسئلے پر قوم کو قانون موشگافیوں میں مت الجھائیں دہشتگردوں کو سزائیں دینے کیلئے جہاں قانون رکاوٹ ہے فوراً آرڈیننس جاری کر کے رکاوٹیں دور کی جائیں اور دہشتگردوں کو کڑی سزا دی جائے۔

پاکستان عوامی تحریک کی شہدائے پشاور کے ساتھ اظہار یکجہتی اور دہشت گردی کیخلاف 60 شہروں میں ریلیز

مورخہ 21 دسمبر 2014ء کو پاکستان عوامی تحریک کی لاہور سمیت ملک کے 60 شہروں میں دہشت گردی کے خلاف احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں۔

ہیوسٹن/ لاہور (21 دسمبر 2014) پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہرالقادری نے شہدائے پشاور کے ساتھ اظہار یکجہتی اور دہشت گردی کے خلاف نکالی جانیوالی ریلی کے شرکاء سے آڈیو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردوں کی فکری حمایت کرنے والے فیصلہ کریں کہ وہ کن کے ساتھ ہیں یا وہ کھل کر دہشت گردوں کا ساتھ دیں یا پھر دہشت گردی کیخلاف اپنا فیصلہ سنانے والے 18 کروڑ عوام کے ساتھ کھڑے ہوں، اب دوہرے معیار نہیں چلیں گے۔ دہشت گرد اسلام، پاکستان اور انسانیت کے دشمن ہیں، ان سانپوں کا سر کچلنے کا وقت آ گیا، دہشت گردی کے خلاف 6 سو صفحات پر مشتمل ڈاکومنٹ دیا جس سے دنیا کے بیشتر ممالک نے استفادہ کیا۔ دہشت گردوں کے حق میں بیان دینے والوں کا قوم بائیکاٹ کرے۔ انہوں نے کہا کہ پالیسی ساز سنجیدہ ہیں تو دہشت گردی کے خاتمے کیلئے ہمارے 14 نکات پر عمل کریں۔

انہوں نے شہدائے پشاور کے ساتھ اظہار یکجہتی کیلئے شہر شہر ریلیاں نکالنے پر پاکستان عوامی تحریک کی تمام تنظیموں کے عہدیداران و کارکنان کو شاباش دی، لاہور میں ریلی مرکزی صدر ڈاکٹر رحیق احمد عباسی کی قیادت میں مسجد شہداء سے چیئرنگ کراس تک نکالی گئی، شدید سردی کے باوجود خواتین اور بچوں کی ایک بڑی تعداد ریلی میں شریک ہوئی، ریلی کے شرکاء پاک فوج زندہ باد دہشت گرد مردہ باد اور جرات و بہادری طاہرالقادری کے نعرے لگاتے رہے۔ ریلی سے مسیحی رہنماء ڈاکٹر فادر جیمز چنن (ڈائریکٹر پیس سنٹر لاہور)، سکھ مذہب کے رہنما سردار بشن سنگھ (چیئرمین بابا گرونانک ویلفیئر ٹرسٹ) نے بھی خطاب کیا۔

ریلی سے خطاب کرتے ہوئے مرکزی صدر ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کہا کہ فوج نے ظالمان کو ختم کرنے کی جنگ ادھوری چھوڑی تو پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا، پہلی بار دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کسی حکومت نے نہیں پاکستان کے 18 کروڑ عوام نے کیا، یہ جنگ آخری دہشت گرد کے خاتمے پر ہی ختم ہوگی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج لاہور سمیت پاکستان کے 60 شہروں میں ریلیاں نکالی گئیں جن میں لاکھوں کارکنان نے شرکت کی، احتجاجی ریلیوں میں سول سوسائٹی اور سیاسی سماجی حلقوں نے بھی بھرپور

شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ تم اپنی فکر میں سچے ہو تو بزدلوں کی طرح چھپ کر وار کرنے کی بجائے سامنے آ کر بات کرو، انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا 6 سو صفحات پر مشتمل دہشت گردی کے خلاف ڈاکومنٹ انتہا پسندی کے خاتمے کا ضامن ہے، انہوں نے کہا کہ حکمران سربراہ عوامی تحریک کے 14 نکات پر عمل کریں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان عوامی تحریک دہشت گردی کے خلاف لڑ رہی ہے ہم نے شہدائے پشاور کے احترام میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کے احتجاج کو موخر کیا لیکن ہم بھولے نہیں، قاتل حکمرانوں سے خون کے قطرے قطرے کا حساب لیں گے۔

انہوں نے کہا کہ وزیر داخلہ کی پریس کانفرنس سے قوم کے مورال کو دھچکا لگا، یہ رویہ قابل مذمت ہے۔ وزیر داخلہ چودھری نثار کا نام لے کر طالبان اور TTP کی مذمت کرنے سے انکار قابل افسوس اور شرمناک ہے۔ طالبان کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے وقت ایسے شخص کا وزیر داخلہ ہونا انتہائی خطرناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو وزیر داخلہ دارالحکومت میں بیٹھے دہشت گردوں کے حامی مولوی کو نہیں ہٹا سکتا اس سے دہشت گردی کے خاتمہ کی توقع کرنا فضول ہے۔

ریلی سے ارشاد طاہر، راضیہ نوید، چودھری افضل گجر، سلطان محمود چودھری، حافظ غلام فرید نے خطاب کیا۔ ریلی میں قاضی فیض، جی ایم ملک، سہیل احمد رضا، علامہ امداد اللہ، راجہ زاہد، جواد حامد، یوئیل بھٹی، ایم ایس ایم، یوتھ ونگ، علماء و مشائخ ونگ کے عہدیدار و کارکنان بڑی تعداد میں ریلی میں شریک ہوئے۔

شہداء پشاور کے لواحقین سے اظہار یکجہتی

پاکستان عوامی تحریک خواتین ونگ کی طرف سے لبرٹی چوک لاہور میں سانحہ پشاور کے شہداء کی یاد میں شمعیں روشن کی گئیں اور شہداء کے لواحقین کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا گیا۔ مرکزی صدر راضیہ نوید نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گرد اور پاکستان اب ایک ساتھ نہیں چل سکتے، حکمران جرات مندی کا مظاہرہ کریں اور دوہرے معیار ترک کر دیں۔ حکمرانوں کے منافقانہ طرزعمل کی وجہ سے دہشت گرد گلیوں، بازاروں سے ہوتے ہوئے بچوں کے سکولوں تک آن پہنچے ہیں۔ حکمران دہشت گردی ختم نہیں کر سکتے تو چوڑیاں اور دوپٹے لے کر گھر بیٹھ جائیں۔ دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جیسی نڈر قیادت کی ضرورت ہے۔ پاکستان عوامی تحریک کی خواتین نے پاک فوج زندہ باد کے نعرے لگائے اور کہا کہ فوج تحفظ کی علامت ہے اور حکمران شرمندگی کی۔ خواتین نے بینرز اٹھا رکھے تھے جن پر یہ نعرے درج تھے ’’پاکستان کی زمین دہشت گردوں پر تنگ کر دیں گے‘‘۔ علاوہ ازیں محترمہ گلشن ارشاد، افنان بابر، قرۃ العین، ملکہ صبا، نبیلہ یوسف، زریں لطیف وغیرہ نے شرکت کی۔ دریں اثناء قائد پاکستان عوامی تحریک ڈاکٹر محمد

طاہرالقادری کی طرف سے تمام تنظیموں کو تین دن تک قرآن خوانی کی ہدایت کی گئی تھی۔ اس سلسلے میں جامع مسجد منہاج القرآن میں پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کی طرف سے مشترکہ قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ قرآن خوانی میں مفتی عبدالقیوم ہزاروی، شیخ زاہد فیاض، جی ایم ملک، عدنان جاوید، احمد نواز انجم، طیب ضیاء، نوشیرواں اور سینکڑوں کارکنان نے شرکت کی۔

مسیحی برادری کا شہداء پشاور کے لواحقین سے اظہار یکجہتی

نولکھا پریس بیٹرین چرچ لاہور میں کرسمس کے حوالے سے دعائیہ تقریب کا انعقاد کیا گیا، جس میں مسیحی برادری کے علاوہ مسلم سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے بھی شرکت کی، دعائیہ تقریب میں شہداء پشاور کی یاد میں شمعیں روشن کی گئیں اور ملک سے دہشت گردی و انتہا پسندی کے خاتمے کیلئے خصوصی دعا کی گئی، تقریب میں پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی صدر ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، پیپلز پارٹی کے سیکرٹری جنرل سردار لطیف کھوسہ، وفاقی وزیر کامران مائیکل، ریورنڈ ڈاکٹر مجید ایبل، ڈاکٹر کنول فیروز، پرویز خان سرویا، سابق صوبائی وزیر میاں عمران مسعود، منہاج القرآن انٹرفیتھ ریلیشنز کے ڈائریکٹر سہیل احمد رضا، پیر عثمان نوری سمیت دیگر رہنماؤں نے شرکت کی۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کہا کہ سانحہ پشاور قومی سانحہ ہے، دہشت گردی کے اس واقعہ نے پوری قوم کو مغموم کر رکھا ہے، آج پاکستانی مسیحی برادری کی جانب سے کرسمس کی تقاریب کو سادگی سے منانے اور شہداء کے لواحقین سے اظہار یکجہتی کرنے پر پوری پاکستانی قوم مسیحی برادری کو خراج تحسین پیش کرتی ہے، ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے کہا کہ دنیا کے پر امن لوگوں کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے عملی کردار ادا کرنا ہوگا، امن پسندوں کی خاموشی امن کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے، دنیا کے تمام مذاہب کے پیروکار امن کے قیام کیلئے اجتماعی اور انفرادی کوششیں کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا امن کا گہوارہ نہ بن سکے، ڈاکٹر طاہرالقادری کی تقلید کرتے ہوئے اسلام کا سلامتی، امن اور محبت کا چہرہ دنیا کو دکھانے پر محنت کرنا ہوگی ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی کے تسلسل میں سانحہ ماڈل ٹاؤن ریاستی دہشت گردی کی بدترین مثال ہے پاکستان عوامی تحریک دہشت گردی کی ہر سطح پر مذمت کرتی ہے، مسیحی برادری پر ڈھائے جانیوالے ظلم وستم کے واقعات گوجرہ، جوزف کالونی اور کوٹ رادھا کشن میں میاں بیوی کو زندہ جلانے کا اندوہناک واقعہ بربریت کی انتہا ہے، حکمران عوام کے جان و مال کے تحفظ میں مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں، انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے اقلیتوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نواز حکومت میں ہی رونما ہوتے ہیں۔

اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے منہاج القرآن انٹرفیتھ ریلیشنز کے ڈائریکٹر سہیل احمد رضا نے کہا کہ

ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی جانب سے پوری مسیحی برادری کو کرسمس کی مبارکباد پیش کرتے ہیں، اسلام مذہبی اقلیتوں کے بنیادی حقوق کا ضامن ہے، پاکستان میں بسنے والی تمام مذہبی اقلیتیں محبّ وطن پاکستانی ہیں، ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی بین المذاہب رواداری کیلئے جدوجہد پوری انسانیت کو دہشت گردی کے عذاب سے نجات دلانے میں کلیدی کردار ادا کرے گی۔

بین المذاہب استحکام پاکستان کنونشن

نولکھا چرچ لاہور کے زیراہتمام بین المذاہب استحکامِ پاکستان کنونشن منعقد ہوا، جس میں مختلف مذاہب کے راہنماؤں کے علاوہ سیاسی، سماجی اور سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے شرکت کی۔ تقریب کے میزبان ریونڈ ڈاکٹر مجید ایبل پاسٹر انچارج پریسبیٹرین چرچ کی خصوصی دعوت پر انٹرفیتھ ریلیشنز منہاج القرآن انٹرنیشنل کے ڈائریکٹر سہیل احمد رضا نے وفد کے ہمراہ شرکت کی۔ دیگر شخصیات میں صوبائی وزیرِ خزانہ مجتبیٰ شجاع الرحمان، صوبائی وزیر اقلیتی امور و انسانی حقوق خلیل طاہر سندھو ایڈووکیٹ، سابق صوبائی وزیر جمشید رحمت اللہ۔ معروف صحافی عطاء الرحمان، ہندو راہنماء منوہر چاند، ایف سی کالج یونیورسٹی کے ریکٹر ڈاکٹر کنول فیروز اور معروف اینکر مبشر لقمان شامل تھے۔ تقریب کے مہمانِ خصوصی بشپ آف لاہور کیتھیڈرل چرچ محترم بشپ عرفان جمیل تھے۔ تقریب میں مختلف تعلیمی اداروں کے طلباء نے ملی نغمے پیش کیے۔

اس موقع پر ڈائریکٹر انٹرفیتھ نے اپنے اظہارِ خیال میں پاکستان میں مسیحی برادری کی خدمات کو اجاگر کرتے ہوئے انہیں وطنِ عزیز کی سیاست میں بھی اہم کردار ادا کرنے کا کہا۔ ان کا کہنا تھا کہ وطنِ عزیز کو دہشت گردی اور انتہا پسندی سے پاک کرنے کے لیے تمام مذاہب اور مسالک کو متحد ہوکر ایک قوم بن کر کردار ادا کرنا ہوگا۔ ملک دشمن اقلیت کو محبِ وطن اکثریت شکست دے سکتی ہے۔

تقریب اجتماعی شادیاں (فیصل آباد)

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن فیصل آباد کے زیراہتمام شادیوں کی اجتماعی تقریب میں 40 جوڑے شادی کے مقدس رشتہ میں بندھ گئے۔ ہر دلہن کو ایک لاکھ روپے سے زائد مالیت کا سامان تحفے میں دیا گیا جس میں قرآن پاک، جائے نماز، برتنوں والی الماری، ڈبل بیڈ، کرسیاں، میز، پیٹی، ڈرمی آٹے والی، اٹیچی کیس، سلائی مشین، واشنگ مشین، پنکھا، استری، کلاک، سٹیل برتن، ڈنر سیٹ، پلاسٹک برتن، رضائی ڈبل بیڈ، تکیے، کھیس، دریاں، واٹر سیٹ، ٹی کپ، میک اپ سامان و دیگر ضروریات زندگی کا تمام سامان اور دلہن کیلئے سونے کا کوکا، دلہا

کیلئے گھڑی شامل تھی۔

تقریب کے مہمان خصوصی پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کے صدر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہر فرد دوسروں کو خوشیاں بانٹنے کا عظیم کام ضرور کرے کیونکہ غربت، جہالت اور پسماندگی کا خاتمہ کرنا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بے سہارہ اور یتیم بچوں کے منصوبے آغوش سمیت دیگر فلاحی اور تعلیمی منصوبوں کو دوسروں کے لئے مثال بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے ملکی حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ عوام خوشیوں کو ترس گئے ہیں، منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ انہوں نے معاشرے میں باہمی اخوت اور محبت کے جذبے کو اجاگر کیا اور آج ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی زیرِ قیادت دنیا بھر میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن دکھی انسانیت کی خدمت کر رہی ہے۔

اس موقع پر ڈی سی او فیصل آباد نورالامین مینگل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی مذہبی، تعلیمی اور فلاحی خدمات قابلِ تقلید ہیں۔ بانی تحریک منہاج القرآن امن و سلامتی کے حقیقی سفیر ہیں۔ انہوں نے نفرتوں کو محبتوں سے بدلنے کا جو مشن شروع کیا ہے وہ پوری دنیا میں انہیں ممتاز کرتا ہے۔

تقریب میں پاکستان عوامی تحریک کے جنرل سیکرٹری خرم نواز گنڈاپور، سید امجد علی شاہ، انجینئر محمد رفیق نجم، بشارت عزیز جسپال، علامہ سید ہدایت رسول قادری، میاں کاشف محمود، محمد عارف صدیقی، قاری امجد ظفر، غلام محمد قادری، رانا طاہر سلیم خاں، میاں عبدالقادر، حاجی محمد عارف بیگ، شیخ اعجاز احمد، اللہ رکھا نعیم القادری، حاجی محمد سلیم قادری، حاجی امین القادری، حاجی محمد رشید قادری، قاری افضل قادری، حاجی محمد اشرف، خلیل احمد خان، رضوان اشرف، حاجی افضل قادری، رانا رب نواز انجم کے علاوہ دیگر ممتاز سیاسی، مذہبی، سوشل ویلفیئر اور سماجی بہبود کے نمائندوں نے شرکت کی۔

شادیوں کی اجتماعی تقریب میں ہر جوڑے کا الگ الگ نکاح پڑھایا گیا، اس کیلئے قاری محمد امجد ظفر، قاری محمد اعظم موجود تھے۔ نکاح کا خطبہ پڑھایا گیا اور دعا کرائی گئی۔ تقریب میں 1500 مہمانوں کو پر تکلف کھانا دیا گیا۔ اس پر وقار تقریب کا اختتام قرآن پاک کے سائے میں 40 دلہنوں کی رخصتی پر ہوا۔ خوشی کی اس تقریب میں لوگوں کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ یتیم اور بے سہارا دلہنوں اور ان کے لواحقین نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی درازی عمر اور صحت کے لیے دعائیں بھی کیں۔